روزنامہ خبریں

DAILY KHABRAIN

اشاعتِ خاص

SPECIAL EDITION

طاہرالقادری ذہنی طور پر بیمار آدمی ہیں

ہادی علی چوہدری

قال اللہ تعالیٰ

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

ن ۔ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُونَ ○مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُونٍ ○وَإِنَّ لَکَ لَأَجْراً غَیْرَ مَمْنُونٍ ○وَإِنَّکَ لَعَلی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُونَ ○بِأَیِّیکُمُ الْمَفْتُونُ ○إِنَّ رَبَّکَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِیْلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ○فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ ○" (القلم:1 تا 9)

ترجمہ: (میں) اللہ کا نام لیکر جو بے حد کرم کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے، (پڑھتا ہوں)

(ہم) قلم اور دوات کو اور اس کی جو اُن (کے ذریعہ) سے لکھا جاتا ہے شہادت کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کہ تو اپنے ربّ کے فضل سے مجنون نہیں۔

اور تجھے خدا کی طرف سے ایک ایسا بدلہ ملے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

(اس کے علاوہ ہم یہ بھی قسم کھاتے ہیں کہ) تُو (اپنی تعلیم اور عمل میں) نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔

پس جلد تو بھی دیکھ لیگا اور وہ بھی دیکھ لیں گے (کہ الٰہی مدد سے تو محروم رہتا ہے کہ وہ)۔

اور (ان کو پتہ لگ جائے گا کہ) تم (دونوں) میں سے کون گمراہ ہے۔

تیرا ربّ اس کو بھی خوب جانتا ہے، جو اس کے رستہ سے بھٹک گیا ہے۔

اور اس کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہے۔

(اور جب تو خدا کی ہدایت پر قائم ہے اور تیرے منکر تباہ ہونے والے ہیں تو) تُو اُن منکروں کی بات نہ مان۔

"فَذَکِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ بِکَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ○ أَمْ یَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَیْبَ الْمَنُونِ ○ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّیْ مَعَکُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ ○ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهٰذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ○أَمْ یَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا یُؤْمِنُونَ ○ فَلْیَأْتُوا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهِ إِن کَانُوا صَادِقِیْنَ ○

(الطور:30تا35)

ترجمہ: پس (اے رسول) تو (لوگوں) کو نصیحت کئے جا، کیونکہ تو اپنے ربّ کے احسان سے نہ تو کاہن ہے اور نہ مجنون۔

کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے (اور) ہم زمانہ کی تباہی کا اس کے لئے انتظار کر رہے ہیں۔

تو کہہ دے انتظار کرتے جاؤ، کیونکہ میں بھی تمہارے لئے انتظار کر رہا ہوں۔

کیا اُن کو اُن کی عقلیں یہی بات سکھاتی ہیں، یا وہ سرکش قوم ہیں۔

یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے پاس سے بات بنالی ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ (نزولِ وحی پر) ایمان ہی نہیں لاتے۔

اگر وہ سچّے ہیں تو اسی قسم کا کوئی اور کلام لے آئیں (تا کہ دنیا فیصلہ کر سکے کہ دونوں کلام برابر ہیں)۔

”کَذَلِکَ مَا أَتَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ٥ أَتَوَاصَوْا بِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ٥ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنتَ بِمَلُومٍ ٥ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥

(الذّاریٰت53تا56)

ترجمہ: اِسی طرح ان سے پہلے جو رسول آتے رہے، اُن کو لوگوں نے یہی کہا کہ وہ دلفریب باتیں بنانے والے یا مجنون ہیں۔

کیا وہ اس (بات کے کہنے) کی ایک دوسرے کو وصیت کر گئے تھے (ہرگز نہیں) بلکہ وہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں (اسی لئے ایک ہی قسم کے گندے خیال ان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں)۔

پس (اے نبی!) تُو اُن سے مُنہ پھیر لے اور تجھ کو (ان کے کاموں کی وجہ سے) کوئی ملامت نہیں کی جائے گی۔

کلام الامام علیہ السلام

انبیاء کے طور پر حجت ہوئی ان پر تمام
ان کے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصّہ دار

میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب پر آتا ہے
چھوڑ دیں گے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار

(حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام)

فہرست مضامین

نمبرشمار	عناوین	صفحہ نمبر
1	عرضِ حال	5
2	ابتدائیہ پر ایک نظر	9
3۔	کیا بشری عوارض مقامِ نبوّت کے منافی ہیں؟	17
4۔	دو زرد چادریں، نشانِ صداقت	20
5۔	مرکب تکذیب از دوکانِ طبیب	30
6۔	'اے جنوں کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار'	39
7۔	جنون کا الزام اور منہاج القرآن	48
8۔	ذہنی طور پر بیمار آدمی	59
9۔	آخری بات	73
10۔	منسلکات	

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ حال

اللہ تعالیٰ کے پاک انبیاء علیہم السلام کے مکذّبین کی سنّت کے علمبردار، عکّاس اور پیروکار طاہر القادری صاحب کی تکذیب کا شاہکار رسالہ ''مرزائے قادیانی کی دماغی کیفیت'' آئندہ صفحات میں زیر جواب ہے۔ اس رسالہ میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے انہوں نے بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر مجنون ہونے کا الزام لگایا ہے۔ یہ ایسا الزام ہے جس کو قرآن کریم بادی النظر میں ہی واضح طور پر انبیاء علیہم السلام کی تکفیر و تکذیب کرنے والوں کی سنّت قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا قطعی فیصلہ کیوں فرمایا؟ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مأمور من اللہ پر ہمیشہ اس کے دعوے کے بعد ایسا الزام لگتا ہے جبکہ اس کی دعوے سے پہلے کی زندگی معاشرہ میں قابلِ تعریف و قابلِ تقلید ہوتی ہے۔ اس کا تبتّل الی اللہ امتیازی طور پر نظر آتا ہے۔ اس کے سچّا اور پاکباز ہونے کے سبب لوگ اپنی طبعی سچّائی کی وجہ سے اُس کی صحبت میں وقت گزارتے ہیں۔ اگر وہ مدّعی موروثی طور پر یا کسی اور وجہ سے اپنے دعوے سے پہلے جنون وغیرہ بیماریوں میں مبتلا ہوتا تو ظاہر ہے کہ لوگ لازماً اسے اس کے دعوے سے پہلے بھی بیمار اور پاگل قرار دیتے اور اس کی صحبت میں رہنے کی خواہش تو کجا، اُس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کرتے۔ چونکہ عملاً ایسا نہیں ہوتا اس لئے شروع سے ایک پاکباز اور قابلِ تعریف و تقلید زندگی گزارنے والے مأمور من اللہ مدّعی کو اس کے دعوے کے بعد پاگل یا مجنون قرار دینا خدا تعالیٰ کے نزدیک قطعی طور پر مکذّبین و مکفّرینِ انبیاءؑ کا شیوہ قرار پاتا ہے۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے مخالفین جانتے ہیں کہ دعویٰ سے قبل بھی آپؑ ذہنی، عقلی، علمی اور اخلاقی لحاظ سے ایسے مضبوط اور پاک کردار کے حامل تھے کہ لوگ آپؑ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ آپؑ اپنے وقت کے نابغۂ روزگار عالم تھے۔ جس معاشرے میں آپؑ پروان چڑھے اُس میں آپؑ کی نیکی، پاکبازی اور تقویٰ کی وجہ سے ایسی غیر معمولی عزت و تکریم تھی کہ عقیدت کی حدوں تک پہنچ چکی تھی۔ آپؑ کی زندگی اسلامی سیرت کا پاک اور مکمل نمونہ تھی۔ جو عقل و حکمت اور روحانیت و نورانیت سے روشن تھی اور تقرّب و تعلّق باللہ کے نور سے جگ مگ جگ

لگ کرتی تھی۔آپؑ کی پُرعزم زندگی میں ایک ذرّہ برابر بھی یہ احتمال نظر نہیں آتا کہ کبھی آپؑ اوہام ووساوس میں مبتلا ہوئے ہوں۔ پیدائش سے لے کر دعویٰ ماموریت تک ایک گواہی بھی ایسی نہیں ملتی جو آپؑ کی نورِ بصیرت پر منفی تاثر ڈال سکے۔ نہ دعویٰ کے بعد کسی نے ایسا مشاہدہ کیا کہ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ نعوذ باللہ آپؑ خدا تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کی بجائے کسی فریبِ نظر میں مبتلا تھے۔ بلکہ اس کے برعکس متعدد ایسی گواہیاں موجود ہیں جو یہ شہادت دیتی ہیں کہ ابتداء سے ہی آپؑ کی پاکیزہ زندگی علمِ دین سے جوشاں اور روحانیت کے نور سے فروزاں تھی۔

جہانتک اوہام ووساوس کا تعلق ہے، وہ تو ہمیشہ غیر معیّن، بے ربط اور بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ان میں مبتلا انسان جب بھی اپنے وہم خانہ سے کوئی ایسی آواز سنتا ہے جسے وہ اپنے گمان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھنے لگتا ہے تو وہ درحقیقت قطعی طور پر سچائی اور حکمت وغیرہ اوصاف سے خالی ہوتی ہے۔اس میں زندگی کے کسی لائحہ عمل کی ادنیٰ سی جھلک بھی نظر نہیں آتی کہ جس سے دوسرے لوگ استفادہ کر سکیں۔اسی طرح جو وہ سنتا ہے یا بیان کرتا ہے اُس میں کسی قسم کی منطق نہیں ہوتی۔کیونکہ اوہام ووساوس سے کبھی قوّتِ متفکرّہ نے جنم لیا ہے نہ عقل ودانش نے۔

دوسری طرف کتبِ سماویہ ہمیں یہ بھی بتاتی ہیں کہ جو لوگ مامور من اللہ کی پیشگوئیوں کو جنون سے اور الہام کو اوہام سے خلط ملط کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی پاک وحی کی بے حرمتی کرتے ہیں۔انبیاءؑ کا خدا تعالیٰ سے رشتۂ مکالمہ مخاطبہ کلّیۃً مختلف نمونہ ظاہر کرتا ہے۔وہ سچّائی،حکمت،عقل کے نور، اقتداری معجزات اور آفاقی وانفسی امتیازی اور خارق عادت نشانوں سے مزّین ہوتا ہے۔جبکہ ان کے مخالفین خود جھوٹ اور وہم کے پرستار ہوتے ہیں۔جو پیغام انبیاءؑ لے کر آتے ہیں وہ ہمیشہ مضبوط اخلاقی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔وہ اخلاقیات، عدل، احسان ،صبر، تلطّف، خدمت، ایثار اور قربانی وغیرہ اوصافِ حسنہ کا درس ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی پاگل یا فریبِ نظر میں مبتلا شخص کے اوہام ان اوصاف کے حامل نہیں ہوتے اور نہ دنیا نے کسی دَور میں بھی ایسا دیکھا ہے کہ ایسا الزام لگانے والوں نے خود کبھی شدید ٹائیفائڈ یا بگڑے ہوئے بخار میں اس کا تجربہ کیا ہے کہ اس دوران انہوں نے جو واہی تباہی بولی وہ انہیں یاد بھی رہی ہو اور انہوں نے اس دوران کوئی ایسا پُرحکمت ضابطۂ حیات بیان کیا ہو جو بنی نوع انسان کے لئے کسی نئے انقلابی پیغام کا حامل ہو اور جسے کسی طبقۂ انسان نے سنجیدگی سے اپنا بھی لیا گیا ہو۔لازماً انہوں نے کبھی ایسا تجربہ نہیں کیا۔اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کسی مامور من اللہ کو قانونِ قدرت کے خلاف پاگل قرار دینے کا انہیں کس طرح حق پہنچتا ہے؟ چنانچہ اگر کوئی شخص یا بعض اشخاص ایسا کرتے ہیں تو وہ ایسے الزام میں یقیناً

اور قطعی طور پر جھوٹے ہیں کیونکہ یہ قرآن کریم سمیت الٰہی کتب کا مسلّمہ قانون اور قطعی فیصلہ ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ قوّتِ متفکرّہ اور نورِ عقل کے ساتھ اوہام و وساوس کبھی ایک ذھن میں اکھٹے نہیں ہو سکتے اور نہ آج تک کبھی بھی کسی ٹھوس تعلیم، فلاسفی اور حکمت نے اوہام کی کوکھ سے جنم لیا ہے تو پھر طاہر القادری صاحب اپنے دعوے میں صد فی صد جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دماغی کیفیت کو زیرِ بحث لا کر انہیں مجنون ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر اسی لمحے وہ ان کی تصنیفات کو ''اتنی معیاری کتب'' بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آپؑ کی کتب تحدّیوں اور مقابلے کے چیلنجوں سے پُر ایسی لاجواب کتب ہیں کہ اس دور کا چکا چوند کر دینے والا علمی معجزہ ہیں۔ آج تک کوئی بھی ان کے مقابل پر آ کر ان چیلنجوں کو نہیں توڑ سکا ہے۔ یہ اعجاز اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور مقرّبوں کو عطا فرماتا ہے، مجنونوں اور پاگلوں کو عطا نہیں کرتا۔ پس یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ یہ سارا علم، دانش، فلاسفی، منطق، حکمت، پاک تعلیم، نورِ عقل، ایمان اور پیشگوئیاں وغیرہ وغیرہ، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ''اتنی معیاری کتب'' میں مذکور ہیں وہ اوہام اور وساوس کی زمین کی پیداوار ہوں اور محض ایک مجنون کی باتیں ہوں۔

اگر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کا ایمان، آپؑ کا علم و عرفان اور آپؑ کے الہامات و پیشگوئیاں اُس جھوٹے معیار پر ردّ کر دیئے جائیں جس کے طاہر القادری صاحب علمبردار ہیں تو پھر آنحضرت ﷺ سمیت کسی بھی نبی کی نبوّت، اُس کے الہامات و پیشگوئیاں ان کے ہاتھ سے محفوظ نہیں ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں طاہر القادری صاحب محض معیار المکذّبین اور منہاج المکفرّین پر قائم ہیں کیونکہ قرآن کریم کے پیش کردہ معیار بالکل اور ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی صداقت کو پوری آب و تاب کے ساتھ ثابت کرتے ہیں اور وہی معیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منجانب اللہ ہونے اور آپؑ کے دعوے کے سچّے ہونے کے ٹھوس، ناقابلِ تردید اور دائمی گواہ ہیں۔ وہ آئندہ صفحات میں طاہر القادری صاحب کے جھوٹے رسالہ کے جواب کے ساتھ ساتھ پیش کئے جائیں گے۔

ابتدائیہ پر ایک نظر

طاہر القادری صاحب کے رسالہ کے ردّ سے قبل ہم اس کے ''ابتدائیہ'' کے بارہ میں حسبِ ذیل امور ہدیۂ قارئین کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اس کے ابتدائیہ میں لکھا ہے کہ ''قادیانی جماعت کی اپنی کُتب سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب مندرجہ ذیل مرحلہ وار دعاوی کے بعد دعویٰ نبوّت تک پہنچے۔

1: مجدّد

2: محدّث

3: مہدی معہود

4: مثیلِ مسیح

5: مسیح موعود

6: آخری نبی

7: مثیل محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

8: عین محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

9: فضیلت برّ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

10: مرزا صاحب کا طریقۂ کار یہ تھا کہ ہر اگلے دعویٰ سے قبل من گھڑت اور بے بنیاد دلائل سے اپنے آئندہ مقاصد کے حصول کے لئے زمین ہموار کرتے۔

11: مرزا صاحب کی کتب کے دیانتدارانہ مطالعہ کے بعد انسان اس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ انہوں نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت یہ فتنہ بپا کیا۔'' (صفحہ:7)

قارئین کرام! اس فہرست میں نمبر 6، 8 اور 9 محض افتراء ہے جو مصنّف رسالہ نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر باندھا ہے۔ ان کے اس افتراء پر ہم صرف لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین کہتے ہیں۔ جھوٹ بھی تو بذاتِ خود ایک لعنت

ہے جوطاہر القادری صاحب کی نوکِ زبان پرمچلتی اور نوکِ قلم پر رقص کرتی ہے ۔حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے قطعاً کبھی بھی آخری نبی ،عینِ محمد ﷺ اور فضیلت بر محمد ﷺ کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ یہ محض جھوٹ ہے جو آپؑ کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔اپنے آقاو مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی نسبت آپ کا دعویٰ و بیان یہ تھا کہ

''ہمارا اصل منشاء اور مدعا آنحضرت ﷺ کا جلال ظاہر کرنا ہے اور آپؐ کی عظمت کو قائم کرنا ہے ۔ہمارا ذکر تو ضمنی ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ میں جذب اور افاضہ کی قوّت ہے اور اسی افاضہ میں ہمارا ذکر ہے ۔'' (ملفوظات جلد 3 صفحہ 269)

فرمایا:

'' میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرے دل میں اصلی اور حقیقی جوش یہی ہے کہ تمام محامد اور مناقب.........اور تمام صفاتِ جمیلہ آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کروں ۔میری تمام ترخوشی اسی میں ہے اور میری بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسولِ کریم ﷺ کی عزّت اور دُنیا میں قائم ہو ۔میں یقیناً جانتا ہوں ۔کہ **میری نسبت جس قدر تعریفی کلمات اور تمجیدی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں ۔یہ بھی درحقیقت آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہیں ۔اس لئے کہ میں آپؐ ہی کا غلام ہوں اور آپؐ ہی کے مشکوٰۃِ نبوّت سے نور حاصل کرنے والا ہوں اور مستقل طور پر ہمارا کچھ بھی نہیں۔** اسی سبب سے میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ میں مستقل طور پر بلا استفاضہ آنحضرت ﷺ سے مأمور ہوں اور خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہوں تو وہ مردود اور مخذول ہے ۔خدا تعالیٰ کی ابدی مُہر لگ چکی ہے اس بات پر کہ کوئی شخص وصول الیٰ اللہ کے دروازہ سے آنہیں سکتا ہے بجزُ اتّباع آنحضرت ﷺ کے ۔

(الحکم جلد 6 نمبر 20 ۔صفحہ 8-7 پرچہ 31 مئی 1902ء ۔ملفوظات جلد 3 صفحہ 287)

آپؑ فرماتے ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا   نام اُس کا ہے مُحمّدؐ دلبر میرا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں   وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(دُرِّثمین)

یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے قلبی، ذہنی و روحانی نسبت و تعلق کا کچھ بیان تھا۔ جہاںتک آپؑ کے تدریجی دعووں کا تعلق ہے تو اگر تدریجی دعوے کسی نبی کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہوں تو مذہبی دنیا الٹ پلٹ ہو جائے اور کوئی ایک نبی بھی سچاّ ثابت نہ ہو۔ کیونکہ مسئلہ ارتقاء یعنی درجہ بدرجہ ترقی کرنا قانونِ قدرت کا ایک مسلّمہ مسئلہ ہے، خواہ وہ جسمانی دنیا سے تعلق رکھتا ہو یا روحانی سے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس مسئلہ کو قرآنِ شریف میں متعدد مواقع پر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ انسانی پیدائش کے بیان میں تو تخلیقِ انسانی کے جسمانی و روحانی ارتقائی مراحل بھی صراحت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں سورہ المومنون۔12 تا ۱۵) دراصل اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں میں تدریجی ترقی کا اصول نمایاں طور پر کام کرتا ہے اور یہی اصول انبیاءؑ کے حالاتِ زندگی میں بھی پایا جاتا ہے۔ جس طرح صحیفۂ قدرت پر ہر ایک چیز تدریجاً اپنی منازل طے کرتی ہیں اسی طرح انبیاءؑ بھی اپنی نبوّت میں تدریجاً نشوونما پاتے ہیں۔ اپنے روحانی کمال کے انتہائی مقام پر وہ کسی فوری انقلاب کے ذریعہ نہیں پہنچتے بلکہ تدریجاً کئی درمیانی حالتوں میں سے گزرنے کے بعد اُس آخری مقام کو حاصل کرتے ہیں جس پر ان کے مراتبِ سلوک کامل ہوتے ہیں۔ جس طرح تمام انبیاءؑ جسمانی لحاظ سے مراحلِ خلق میں گزرتے ہوئے پیدا ہوئے پھر انہوں نے اپنے بچپن کے دن گزارے۔ پھر وہ جوان ہوئے اور پھر اپنی عمر کی پختگی کو پہنچے اسی طرح روحانی لحاظ سے بھی وہ پہلے پیدا ہوتے ہیں اور پھر درجہ بدرجہ اپنی نبوّت کی پختگی کو پہنچتے ہیں اور پھر مقامِ نبوّت میں بھی وہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتے بلکہ دن بدن شاہراہِ عروج و معراج پر آگے قدم بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ یہ تدریجی نشوونما قانونِ فطرت کے عین مطابق ہے۔

آنحضرت ﷺ کے حالاتِ زندگی میں بھی یہ تدریجی نشوونما کا قانون عین قانونِ فطرت کے مطابق کام کرتا نظر آتا ہے۔ آپؐ پر بھی اپنے مقام منتہیٰ کے متعلق تدریجاً انکشافات ہوئے۔ چنانچہ شروع شروع میں تو آپؐ کی وحی میں آپؐ کے متعلق نبی اور رسول کا لفظ بھی استعمال نہیں ہوا۔ صرف عمومی رنگ میں ایک تبلیغ کا حکم تھا اور جب نبوّت اور رسالت کے مقام کا اظہار ہوا تو اس کے بعد بھی آپؐ ایک عرصہ تک اپنے آپ کو صرف یکے از انبیاءؑ خیال فرماتے رہے اور بس۔ آپؐ کو اپنی فضیلت اور ختمِ نبوّت کے متعلق قطعاً کوئی دعویٰ نہ تھا بلکہ ہجرت کے بعد تک یہ حال تھا کہ اگر کوئی صحابیؓ اپنے جوشِ عقیدت میں آپؐ کو انبیاءؑ میں سے کسی پر افضل قرار دیتا تھا تو آپؐ اسے روک دیتے تھے۔ چنانچہ مدینہ میں ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے ایک یہودی کے سامنے حضرت موسیٰؑ پر آپؐ کی فضیلت بیان کی تو آپؐ اس

صحابیؓ پر ناراض ہوئے اور حضرت موسیٰؑ کی ایک فضیلت بیان کر کے اس یہودی کی دلداری فرمائی۔(بخاری کتاب بدء الخلق باب وَاِنَّ یُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِینَ)لیکن پھر ایک وقت آیا کہ آپؐ نے خود فرمایا کہ: لَو کَانَ مُوسٰی وَ عِیْسٰی حَیَّینِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلاَّ اتِّبَاعِی۔(تفسیر ابن کثیر جلد2 صفحہ 246 زیر آیت وَاِذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیّین۔مصنّفہ حافظ عماد الدین اسماعیل ابن عمر ابن کثیر دمشقی 700 تا 774ھ) کہ اگر اس وقت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو اُن کو بھی میری پیروی کے سوا چارہ نہ تھا۔

پھر اوائل میں جب کسی صحابیؓ نے آپؐ کو خیر البریہ یعنی افضل الخلق کہہ کر پکارا تو آپؐ نے اسے روکا اور فرمایا ''ذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ''(صحیح مسلم۔کتاب الفضائل۔باب من فضائل ابراھیم الخلیل۔مطبوعہ''الشعب۔شارع قطر اعینی۔القاھرہ) کہ افضل الخلق تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔نیز فرمایا مجھے یونس بن متّیٰؑ یعنی یونس علیہ السلام پر فضیلت مت دو۔(بخاری کتاب بدء الخلق)لیکن پھر بعد ازاں وہ ارتقائی مقام بھی آیا کہ فرمایا''اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَ لاَ فَخْرَ''(مسند احمد بن حنبل جلد1 صفحہ 281) کہ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں مگر اس وجہ سے میں اپنے اندر کوئی فخر نہیں پاتا۔یہ گویا ارتقائے علمی تھا کیونکہ آپ افضل الرسّل،سیّد ولدِ آدم اور خاتم النبیین تو شروع سے تھے ہی مگر اس کا انکشاف آپؐ پر تدریجاً اور رفتہ رفتہ ہوا اور آپؐ کے مدارج میں بھی رفتہ رفتہ ترقی ہوتی گئی۔ہمارا یہ ایمان ہے کہ آپؐ کے مقام کا یہ ارتقاء تا قیامت جاری رہے گا۔وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (سورۃ الضّحیٰ) کی نوید آپؐ کے مقامِ عظیم الشان کو ہر آنے والی گھڑی میں مزید بلند اور عظیم تر کرتی چلی جائے گی۔

پس اگر ان مکذّبین کی یہ دلیل مان لی جائے جس کو فی زمانہ طاہر القادری صاحب بھی پیٹ رہے ہیں کہ نبی کے لئے تدریجی ترقی اور اُس کے مطابق اُس کے دعاوی منصبِ نبوّت کے منافی ہیں تو اس کے سبب سے پہلی زد تو نعوذ باللہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہی پڑتی ہے۔نعوذ باللہ علیٰ ذلک۔لہٰذا اب فیصلہ کرنا طاہر القادری صاحب کا کام ہے کہ وہ منہاج القرآن اختیار کرتے ہیں یا منہاج المکذّبین۔

قادری صاحب نے اپنے جھوٹ کے اس پلندے کے ابتدائیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ

''اس کتابچے میں ہم نے ایک اور زاویۂ نگاہ سے مرزا صاحب کے دعویٰ نبوّت کا سبب جاننے کی کوشش کی ہے اور وہ یہ کہ مرزا صاحب مختلف امراض مثلاً مالیخولیا،مراق اور ہسٹریا وغیرہ کا شکار تھے۔جو کہ مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کی اپنی کُتب سے ثابت ہے۔بعد ازاں ہم معتبر اطبّاء

کی کتب سے ان امراض کی علامات بیان کریں گے جن میں سے ایک اہم علامت یہ ہے کہ مریض اپنے عقلی فتور کی بنا پر مختلف دعوے کرتا ہے جن میں دعویٰ نبوّت بھی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کو یہ امراض لاحق تھے تو وہ **اتنی معیاری کتُب کس طرح تصنیف کر گئے**؟ اس سلسلہ میں یہ حقیقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ یہ بیماریاں اس نوعیت کی ہرگز نہیں کہ انسان کو مستقل دماغی خلل لاحق ہو اور وہ سوچ سے ہی کلیتہً محروم ہو جائے بلکہ مختلف اوقات میں دورے پڑتے ہیں اور یہ کیفیت بھی اس وقت طاری ہوتی ہے جب مرض اپنے انتہا کو پہنچتا ہے۔ وگرنہ عمومی حالات میں انسان کے ذہنی وجسمانی قویٰ درست رہتے ہیں۔ ان امراض کی وجہ سے انسانی ذہن میں ابتداءً کوئی تصوّر DEVELOP ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ راسخ بنتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسا مریض اس بیماری کے دورے میں انتشار ذہنی کے نتیجے میں جو کچھ دیکھتا ہے۔ دورے سے افاقہ کے بعد اس کو ایک حقیقت سمجھنے لگتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس نے فلاں فلاں مقامات طے کر لئے ہیں سو وہ اسے حالتِ صحت میں اپنے لئے ثابت کرنا شروع کر دیتا ہے۔

ایسا ہی معاملہ مرزا صاحب کے ساتھ ہوا کہ انہیں جب مالیخولیا کے دورے پڑے تو وہ مختلف چیزیں دیکھتے اور افاقہ ہونے پر بزورِ دلائل انہیں اپنے لئے ثابت کرنا شروع کر دیتے۔''

(ابتدائیہ۔ صفحہ 8,7)

معزّز قارئین! جیسا کہ ''ابتدائیہ'' سے ظاہر ہے کہ یہ تضادات کا ایک مجموعہ ہے اور ثابت کرتا ہے کہ یہ درحقیقت خودکسی شکست خوردہ ''ذہنی طور پر بیمار آدمی'' کی تحریر ہے جو دراصل حضرت مرزا صاحبؑ کی تکذیبِ بے دلیل ہے۔ کیونکہ آئندہ صفحات میں ثابت کیا جائے گا کہ طبی نقطۂ نگاہ سے ان کا بیان قطعی جھوٹا ہے۔

جیسا کہ قادری صاحب نے لکھا ہے کہ اگر ایک بیمار آدمی کے ذہن میں ابتداءً کوئی ایسا تصوّر develop ہو جو آہستہ آہستہ اچھی طرح راسخ ہو جائے۔ پھر بیماری کے دورے میں انتشارِ ذہنی کے نتیجہ میں وہ جو کچھ دیکھے اُسے پھر دورے کے بعد حقیقت سمجھ لے۔ حالانکہ حقیقت میں کچھ نہیں تھا۔ تو ان سے سوال یہ ہے کہ کیا یہ کسی مجنون کے گن ہیں کہ وہ دلائل و معارف کی صورت میں ایسے دعوے اور چیلنج دنیا کے سامنے پیش کرے کہ دنیا اُس کی نظیر لانے سے عاجز رہے۔ اس کی تحریریں اللہ تعالیٰ کی جناب سے ایسی تائید یافتہ ہو جائیں کہ اپنے دَور کا علمی معجزہ بن جائیں۔ پھر زمانہ

یہ گواہی بھی پیش کرے کہ اس سے مقابلہ کرنے والے صرف اور صرف شکست ہی سے دو چار ہوتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ وقت کے چوٹی کے علماء اور مستند محققین اس کو بہت بڑا شخص قرار دے کر اُس کے قلم کو سحر، اُس کی زبان کو جادو، اُس کے دماغ کو عجائبات کا مجسّمہ، اُس کی آواز کو حشر، اُس کی انگلیوں کو انقلاب کے تاروں والی، اُس کو ایک فتح نصیب جرنیل اور نازش فرزندانِ تاریخ ثابت کریں اور دانشور اس کے بارہ میں یہ اعلان کریں کہ

> ''وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔......... ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزانِ تاریخ بہت کم منظرِ عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔'' (اخبار وکیل امرتسر جون 1908ء)

یہ تحریر اسلام کے اسی فتح نصیب جرنیل کے بارہ میں اس وقت کے مسلّمہ مفکّر مولانا آزاد کی ہے جسے آج کے ناکام و بے فیض شخص جناب طاہر القادری صاحب مجنون ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ سچ ہے کہ چاند پر تھوکا اپنے ہی منہ پر آتا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو جو مذہبی یا عقلی دنیا میں ایک قطعی انقلاب پیدا کرنے والا ہو، مجنون قرار دینے والا ملک کی عدالتِ عالیہ میں خود ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ ''ذہنی طور پر بیمار آدمی'' ہے۔ لیکن وہ 'حشر آواز شخص' اپنے کسی منصب یا شان و شوکت کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اپنے مذہبِ اسلام، دینِ مصطفیٰ ﷺ کے دفاع، اُس کی عظمت و شان اور اس کے غلبہ کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی تائید سے قرآن کریم سے ایسے تصوّر Develop کرتا ہے اور پھر دلائل کے لحاظ سے انہیں ایسے قوی اور ناقابلِ تسخیر بنا دیتا ہے کہ مذاہبِ باطلہ اُن سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ وہ ان دلائل قاطعہ و براہینِ ساطعہ پر مشتمل بیسیوں کُتب اسلام کی حقانیتّ کے ثبوت کیلئے تحریر کر دیتا ہے کہ ہر طرف سے ان کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا ہے حتیّ کہ اس کو مجنون کہنے والے بھی اس کی کتابوں کو ''اتنی معیاری کتب'' قرار دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کے بڑے بڑے دشمن اس کے سحر خیز قلم سے تحریر شدہ کتب سے تحریریں چرا چرا کر اپنے نام سے شائع کر کے اپنی تحریروں کو اثر انگیز بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب ''احکام اسلام عقل کی نظر میں'' جو 1978ء میں مولانا محمد رضی عثمانی صاحب کے زیر اہتمام پاکستان میں طبع ہوئی ہے۔ اُس میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی کتب کشتی نوح، نسیم دعوت، اسلامی اصول کی فلاسفی، آریہ دھرم اور برکات الدّعا، کے

اقتباسات من وعن اپنی طرف منسوب کر کے پیش کئے گئے ہیں۔ اسی طرح اخبار ''الحکم'' میں آپؑ کے ملفوظات سے بھی مضامین چرا کر تھانوی صاحب نے اس مذکورہ بالا کتاب میں اپنی علمیّت کے شاہکار کے طور پر ظاہر کئے ہیں۔ اسی طرح اوروں نے بھی آپؑ کی تحریریں اور نظمیں اپنی طرف منسوب کی ہیں۔ یہی نہیں اس جری اللہ کے دلائل کی الٰہی طاقت کے سامنے بے بس ہو کر متعدد مسلّمہ اسلامی کتب ولٹریچر میں تحریفیں اور کتر وبیونت کر دی گئی ہے۔

پس ''ابتدائیہ'' کے پس تحریر جو نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ مسیح موعود و مہدی معہود، بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی غالب اور ناقابلِ تسخیر کتب کی عظمت وشوکت سے یہ ''ذہنی طور پر بیمار آدمی'' کلیتہً مرعوب بھی ہے اور ان کی عظمت کا قائل بھی۔ لیکن ایک بار چونکہ مکذّبینِ انبیاءؑ کی راہ اختیار کر چکا ہے اس لئے اس دور کے موعود اور مامور من اللہ کے انکار پر مصر ہے۔

کیا بشری عوارض مقامِ نبوّت کے منافی ہیں؟

قبل اس کے کہ ہم مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کی امراض، ان کی نوعیّت اور حقیقت کی بحث چھیڑیں، یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بات کا جائزہ لیں کہ کیا بشری عوارض یا جسمانی امراض مرتبہ نبوّت کے منافی ہے؟

اس مسئلہ کے حل کے لئے جب خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآنِ کریم کی طرف رجوع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے صورتحال بالکل اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں بشری لحاظ سے انبیاءؑ کو عام بشر اور عام انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان کی خوراک، صحت، زخم، تکالیف، بیماری اور عوارض، حتّٰی کہ ان کی ساری زندگی اور رہن سہن عام انسان کی طرح ہی بیان کیا گیا ہے۔ اس پہلو سے وہ ''اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' ہی کا اعلان کرتے ہیں۔ اس تصویر سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کسی نبی اللہ کا کوئی بھی مرض اس کے مرتبۂ نبوّت یا مقامِ رسالت کے منافی نہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

۞ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں: ''وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ'' (الشعرآء:81) کہ جب مجھے کوئی مرض لاحق ہوتی ہے تو وہی (اللہ تعالیٰ) مجھے شفا عطا کرتا ہے۔

اس عبارت کے اسلوب سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کئی مرتبہ بیمار ہوئے۔

۞ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَابْیَضَّتْ عَیْنٰہُ مِنَ الْحُزْنِ فَھُوَ کَظِیْمٌ'' (یوسف:85) اس آیت کے تحت تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔ بیاض، کنایہ ہے اندھے پن سے۔ یعنی ان معنوں کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کلّیۃً ختم ہو گئی تھی۔ (تفسیر روح المعانی۔ تفسیر سورہ یوسف۔ زیر آیت ھذہ مطبوعہ۔ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت)

۞ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی۔ جس کے لئے وہ دُعا گو تھے کہ: ''وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ'' (طٰہٰ:28) اے اللہ! میری زبان کی گرہ کھول دے۔

چنانچہ تفسیر روح المعانی جلد 19 صفحہ 65۔اسی طرح تفسیر فتح القدیر،تفسیر جلالین اور تفسیر الخازن وغیرھم میں آپؑ کی لکنت کی اس مرض کے بارہ میں تفصیلی بحث موجود ہے۔

یہاں عجیب تر یہ ہے کہ جس طرح طاہر القادری صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی مرض پر استہزاء کیا ہے اُسی طرح حضرت موسیٰؑ کی اس مذکورہ بالا مرض پر فرعون بھی استہزاء کرتا ہے۔چنانچہ وہ کہتا ہے کہ:'' اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ '' (الزخرف: 53) کہ کیا میں اس (موسیٰؑ) سے اچھا (نہیں) ہوں کہ جو ذلیل ہے اور کھول کر بات بھی نہیں کرتا۔

۞ حضرت یونس علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا۔''وَ هُوَ سَقِیْمٌ '' کہ وہ بیمار تھے۔(الصّٰفّٰت::146)

۞ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے بارہ میں تو تفسیروں نے ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ اگر طاہر القادری صاحب کے معیار پر اُن کو پرکھا جائے تو حضرت مرزا صاحب کی امراض اُن کے مقابلہ میں کسی شمار ہی میں نہیں آتیں۔چنانچہ لکھا ہے:

> ''شیطان نے آپؑ کے نتھنوں میں پھونک ماری جس سے آپؑ کا بدن بھڑک اُٹھا اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے پھوڑے نکل آئے اور جسم میں سخت کھجلی شروع ہوگئی۔پہلے آپؑ نے ناخنوں سے کھجلانا شروع کیا،حتیٰ کی وہ گر گئے پھر سخت ٹاٹ لے کر کھجلایا کرتے یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے پھر ٹھیکریوں اور سخت پتھروں کو استعمال کرتے رہے مگر کھجلی میں کمی نہ آئی حتیٰ کی آپؑ کا تمام بدن کٹ گیا اور بدبودار ہو گیا جس کی وجہ سے گاؤں والوں نے آپؑ کو نکال باہر کیا اور ایک روڑی (گندگی کے ڈھیر) پر ڈال دیا اور ایک چھت بنادی اور سوائے آپؑ کی بیوی رحمت بنت افرائیم کے سب نے آپؑ سے قطع تعلق کرلیا۔'' (حاشیہ الجلالین للعلاّمہ احمد الصاوی المالکی جزء ۳ صفحہ ۲۷۔زیر آیت:''اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ '' سورۃ الانبیاء۔مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت)

۞ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارہ میں عجیب نقشہ ان کی تفسیروں نے کھینچا ہے کہ:''وَ كَانَتْ اِحْدٰى عَیْنَیْهِ اَعْظَمُ مِنَ الْاُخْرٰى '' آپؑ کی ایک آنکھ بڑی تھی اور ایک چھوٹی تھی۔(الاتقان جزء 2 صفحہ 175۔النوع التاسع والستّون۔تالیف امام جلال الدین سیوطیؒ۔مطبوعہ۔دارالمعرفہ۔بیروت)

۞ پھر شعیب علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے:۔''عَمِیَ فِیْ آخِرِ عُمُرِهٖ '' کہ آخری عمر میں آپؑ اندھے ہو گئے

تھے ''۔(الاتقان جزء2 صفحہ 177۔ النّوع التاسع والسّتّون۔تالیف امام جلال الدین سیوطیؒ۔مطبوعہ۔دارالمعرفہ)

ہمارے آقا و مولیٰ، محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بارہ میں ہر مسلمان جانتا ہے کہ آپؐ پر بھی امراض حملہ آور ہوئیں۔اُن کی نوعیت کیا تھی اور آپؐ نے اُن سے کس قدر تکلیف اُٹھائی، یہ ایک ایسی تکلیف دہ حقیقت ہے جس کو ہمارا قلم بار بار لکھنے سے قاصر ہے۔اس لئے اُنہیں بعد میں ایک ہی موقع پر تحریر کیا جائے گا۔

پس یہ سچائی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مذکورہ بالا سب انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے اور اولوالعزم عظیم الشان نبی تھے مگر سب بحیثیت بشر عام انسانوں کی طرح تھے۔بشری عوارض اور بیماریوں سے کسی انسان کو مفر نہیں کیونکہ بیماریاں نیک و بد میں تمیز نہیں کرتیں۔یہ الگ بات ہے کہ نیکوں اور خدا تعالیٰ کے پیاروں کو بعض اوقات اعجازی طور پر شفا عطا کی جاتی ہے اور اس غیر معمولی شفا کیلئے بعض اوقات دوا کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔بہر حال یہ قاعدہ کی بات ہے کہ اگر یہ سب انبیاء علیہم السلام اپنے بشری عوارض اور جسمانی بیماریوں کے ساتھ ساتھ پوری عظمت اور شوکت والے نبی تھے تو یہ قاعدہ کلّیہ کے طور پر ثابت ہے کہ قرآنِ کریم کے مطابق کسی نبی کے بشری عوارض اور اُس کی جسمانی بیماریاں اُس کے مقامِ نبوّت کے منافی نہیں اور نہ ہی فرائضِ نبوّت میں حائل ہیں۔

پس طاہر القادری صاحب اور ان کے ہمنوا اگر منہاج القرآن پر قدم مارتے تو ان کو حضرت مرزا صاحب کی تکذیب و استہزاء کی جرأت نہ ہوتی۔نیز یہ کہ یہ ان لوگوں کی صف سے نکل سکتے تھے جو انبیاء علیہم السلام کو ہمیشہ سے مجنون قرار دیتے ہیں۔

دوزرد چادریں نشانِ صداقت

آنحضرت ﷺ نے امّتِ مسلمہ کیلئے موعود مسیحؑ کے بارہ میں یہ خبر دی تھی کہ "اِذ بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالیٰ المَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ المَنَارَۃَ البَیْضَآءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَھْرُوْدَتَیْنِ"
(مسلم کتابُ الفِتَن بابُ ذِکرِ الدَّجّالِ وَصِفتہٖ من معہ)

کہ اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو مبعوث کرے گا جو دمشق کے مشرق سفید منارے کے پاس دوزرد رنگ کی چادریں پہنے نازل ہونگے۔ یہ دوزرد چادریں کیا تھیں اوران کی تعبیر کیا تھی؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"دوزرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دوزرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کی رُو سے دو بیماریاں ہیں۔سوایک چادر میرے اوپر کے حصّہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنّجِ دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصّہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدّت سے دامنگیر ہے اور بسااوقات سوسودفعہ رات کو یادن کو پیشاب آتا ہے اوراس قدرکثرت پیشاب سے جس قدر عوارضِ ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسااوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنے ظاہر حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے تک میں زندہ رہوں گا۔اب جس شخص کی زندگی کا یہ حال ہے کہ ہر روز موت کا سامنا اس کے لئے موجود ہوتا ہے اور ایسے مریضوں کے انجام کی نظریں بھی موجود ہیں تو وہ ایسی خطرناک حالت کے ساتھ کیونکر افتراء پر جرأت کر سکتا ہے اور وہ کس صحت کے بھروسے پر کہتا ہے کہ میری اَسّی برس کی عمر ہوگی۔حالانکہ ڈاکٹری تجارب تواس کوموت کے پنجہ میں ہر وقت پھنسا ہوا خیال کرتے ہیں۔ایسی مرضوں والے مدقوق کی طرح گداز ہوکر جلد مرجاتے ہیں یا کاربینکل یعنی سرطان سے اُن کا خاتمہ ہو

جاتا ہے۔تو پھر جس زور سے میں ایسی حالتِ پرِ خطر میں تبلیغ میں مشغول ہوں کیا کسی مفتری کا کام ہے۔جب میں بدن کے اوپر کے حصّہ میں ایک بیماری ، اور بدن کے نیچے کے حصّہ میں ایک دوسری بیماری دیکھتا ہوں تو میرا دل محسوس کرتا ہے کہ یہ وہی دو چادریں ہیں جن کی خبر جناب رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔" (اربعین صفحہ 4۔روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 471,470)

آپؑ کی یہ تحریر 1900ء کی ہے۔اس میں آپؑ نے اپنی بیماریوں کی کیفیت اوران کی شدّت کا مکمل نقشہ کھینچا ہے۔یہ کوئی راز کی بات نہیں تھی جو آج طاہر القادری صاحب نے دریافت کر لی اور تکذیب پر کمر کس لی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی کو ایک ایسی کھلی کتاب طرح خود پیش فرمایا ہے اور اسسے ہر کوئی آگاہ تھا۔ حتّٰی کہ آپؑ کے دعوئ ماموریت سے پہلے کی زندگی سے بھی لوگ خوب واقف تھے جیسا کہ آئندہ صفحات میں بعض شہادتیں پیش کی جائیں گی۔انبیاءؑ کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے۔اسلئے ان کو اپنے بشری عوارض کے بیان میں بھی کوئی حجاب نہیں ہوتا۔کیونکہ یہ عوارض اور بیماریاں اُن کے فرضِ منصبی کی ادائیگی میں روک نہیں بن سکتیں۔بعینہٖ یہی سلوک خدا تعالیٰ کا حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بھی تھا کہ اُس نے ایک لمحہ کیلئے بھی آپؑ کے کام میں ان بیماریوں کو سدِّراہ نہیں ہونے دیا۔چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

"مجھے تو خدا کی قدرت ہے کہ شروع سے جبکہ ابھی میں طالبِ علم ہی تھا۔اُس کی (یعنی عیسائیت کی۔ناقل) تردید کا ایک جوش خدا نے دیا تھا۔گویا میری سرشت میں یہ بات رکھ دی تھی۔چنانچہ پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتابیں شائع کیں تو 1859ء یا 1860ء کا ذکر ہے کہ مولوی گُل علی شاہ صاحب کے پاس جو ہمارے والد صاحب نے خاص ہمارے لئے اُستاد رکھے ہوئے تھے، پڑھا کرتا تھا اور اس وقت میری عُمر سولہ سترہ برس کی ہوگی، تو اس کی میزان الحق دیکھنے میں آئی۔ایک ہندو نے جو میرا ہم مکتب تھا، اس کی فارسی کو دیکھ کر اُس کی بڑی تعریف کی۔میں نے اس کو بہت مُلزم کیا اور بتایا کہ اس کتاب میں بُجز نجاست کے اور کچھ نہیں ہے۔تُو نری زبان پر جاتا ہے۔اس وقت سے خدا نے اس جوش میں ترقی کی ہے۔اور میرے رگ و ریشہ میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ اس افتراء کے پُتلے کو تباہ کیا جاوے، اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ آجکل جو نمازیں جمع کی جاتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے فرمایا تھا کہ اُس کے لئے نمازیں جمع کی جاویں گی۔تو یہ عظیم الشان

پیشگوئی پُوری ہورہی ہے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ سے مبتلا رہتا ہوں پھر بھی آج کل میری مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں، حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی جاتی ہے اور دورانِ سر کا دورہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ مگر میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کام کو کئے جاتا ہوں۔ چونکہ دن چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور مجھے معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ وہ دن کدھر جاتا ہے۔ اُسی وقت خبر ہوتی ہے۔ جب شام کی نماز کے لئے وضو کرنے کے واسطے پانی کا لوٹا رکھ دیا جاتا ہے۔ اس وقت مجھے افسوس ہوتا ہے کہ کاش اتنا دن اور ہوتا۔ حالانکہ مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں۔ مگر جب پاخانے کی حاجت بھی ہوتی ہے تو مجھے رنج ہی ہوتا ہے کہ ابھی کیوں حاجت ہوئی اور ایسا ہی روٹی کے لئے جب کئی مرتبہ کہتے ہیں تو بڑا جبر کر کے جلد جلد چند لقمے کھا لیتا ہوں۔ بظاہر تو میں روٹی کھاتا ہوا دکھائی دیتا ہوں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے پتہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جاتی ہے اور کیا کھاتا ہوں۔ میری توجہ اور خیال اسی طرف لگا ہوا ہوتا ہے۔ پس یہ کام بہت ضروری ہے اور خدا چاہے تو یہ ایک نشان ہوگا جس کے نظیر لانے پر کوئی قادر نہ ہوگا۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 376 , 377)

اس مذکورہ بالا بیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 30 اکتوبر 1901ء کو اپنی زندگی کے معمولات کا ذکر فرمایا ہے اور جو نقشہ آپؑ نے خدمت وتائیدِ دین کے لئے اپنی مصروفیات کا کھینچا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ باوجود مختلف عوارض میں مبتلا ہونے کے آپؑ دن رات دین کے کاموں میں اس طرح منہمک تھے کہ اپنی ذات اور اپنے نفس کو اس میں سے اس قدر قلیل اقل حصہ دیا ہے کہ بے مثال ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

''ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں چند ایک خدام اندرونِ خانہ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے یہاں ایک پنکھا لگا لینا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ پنکھا تو لگ سکتا ہے۔ اور پنکھا ہلانیوالے کا بھی انتظام کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب ٹھنڈی ہوا چلے گی تو بے اختیار نیند آنے لگے گی اور ہم سو جائیں گے تو یہ مضمون کیسے ختم ہوگا۔ (اس وقت حضرت صاحبؑ ایک رسالے کا مضمون لکھ رہے تھے۔)

ایک دفعہ جب سخت گرمی پڑی تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک مضمون لکھا جس میں گرمی کا اظہار کرتے ہوئے، اور گرمی کے سبب کام نہ کر سکنے کی معذرت کرتے ہوئے یہ الفاظ بھی لکھ دیئے۔ کہ ''گرمی ایسی سخت ہے، کہ اس کے سبب سے خدا کی مشین بھی بند ہوگئی ہے۔'' اس میں مولوی صاحب مرحوم نے اِس امر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی شدّتِ گرمی کے سبب کام چھوڑ دیا ہے۔ جب آپؑ نے یہ مضمون سُنا تو فرمایا: ''یہ تو غلط ہے ہم نے تو کام نہیں چھوڑا۔'' (ذکرِ حبیب صفحہ160, 161۔ مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ)

یہاں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سراپا قربان ہونے کی بات چلی ہے تو آئیں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے ایک دن کی دوپہر کا منظر دیکھتے چلیں۔ ایک مرتبہ ایک تصنیف کی کتابت کی نظر ثانی کرتے ہوئے رات کا اکثر حصہ بھی گزر گیا۔ چنانچہ بکثرت مضمون نویسی، نظر ثانی اور پروف ریڈنگ وغیرہ لکھنے میں جو تکلیف انسان کو ہوتی ہے، اسے مدّنظر رکھ کر ایک خادم نے (ظہر کے وقت) حضورؑ کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا۔ جس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''بدن تو تکلیف کے واسطے ہے۔ اور کس لئے ہے؟''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ260)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس جہدِ مسلسل کا عالم یہ تھا کہ اس میں دن رات کی تقسیم نہ تھی بلکہ آپؑ کا دن اس وقت تک ختم نہ ہوتا تھا جب تک کہ بدن گواہی نہ دے دیتا کہ وہ مشقت کی آخری حدوں کو چُھو چکا ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی اس کو پھر آرام بھی اتنا ہی ملتا تھا جو اس کا کم از کم حق تھا۔

ہمارا چیلنج ہے کہ اعتراض کرنے والے یہ طاہر القادری صاحب اور ان جیسے لوگ اگر سو بار بھی جنم لے سکیں اور انہیں بھر پور صحت بھی نصیب ہو یا کسی کے خرچے پر بیرونِ ملک سے علاج بھی کروالیں تو بھی تائید دین کے اس کام کا عشرِ عشیر بھی سرانجام نہیں دے سکتے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسی کمزور صحت میں اور چند سالوں میں کر کے دکھا دیا۔ آپؑ نے دنیا میں عیسائیت کے سیلاب کے آگے ایسا بند باندھا ہے کہ اسے تا قیامت لاچار، اپاہج اور حتمی شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ آپؑ نے دین اسلام کو کُل دنیا میں موعود غلبہ کی راہ پر گامزن کر دیا ہے۔ مذہب کے نام پر ڈرامے کھیلنے والے طاہر القادری صاحب جیسے لوگوں کو تو تکذیب کی وجہ سے دین کی سچی خدمت کی توفیق ہی نہیں مل

سکتی۔ باقی یہ کہ تکذیب کے علاوہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے۔ اس کا کچھ خا کہ ہم الگ باب میں ہدیۂ قارئین کریں گے تا کہ انہیں معلوم ہو سکے کہ مامور من اللہ پر اعتراض کرنے والے خود کس ذہنی ساخت کے لوگ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھیں کہ باوجود اس کے کہ تکلیف دہ بیماریوں میں مبتلا ہیں مگر دین مصطفویؐ کے چراغ کو اس طرح اپنی زندگی اور اپنا خونِ جگر دیا ہے کہ اس کی لَو کو آسمان تک رفعتیں عطا کر دیں اور اُس کے نور کو زمین کے کناروں تک پہنچا دیا ہے۔ آپؑ کی یہ خدمات عظیم الشان الٰہی نشان ہیں جن کی نظیر لانے پر کوئی قادر نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ عظیم الشان نشان الگ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان بیماریوں کو نہ صرف یہ کہ آپؑ کے کام میں حارج ہونے کا اذن نہیں دیا بلکہ آپؑ کو اعجازی طور پر ان کے خطرناک نتائج سے بھی محفوظ فرمایا۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''مجھے دو بیماریاں مدّتِ دراز سے تھیں۔ ایک شدید درد سر جس سے میں نہایت بیتاب ہو جاتا تھا اور ہولناک عوارض پیدا ہوجاتے تھے اور یہ مرض قریباً پچیس 25 برس تک دامنگیر رہی اور اس کے ساتھ دورانِ سر بھی لاحق ہو گیا اور طبیبوں نے لکھا کہ اِن عوارض کا آخر نتیجہ مرگی ہوتی ہے۔ چنانچہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر قریباً دو ماہ تک اِسی مرض میں مبتلا ہو کر آخر مرض صرع میں مبتلا ہو گئے اور اسی سے اُن کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا میں دُعا کرتا رہا کہ خدا تعالیٰ اِن امراض سے مجھے محفوظ رکھے۔ ایک دفعہ عالمِ کشف میں مجھے دکھائی دیا کہ ایک بَلا سیاہ رنگ چار پائے کی شکل پر جو بھیڑ کے قد کی مانند اُس کا قد تھا اور بڑے بڑے بال تھے اور بڑے بڑے پنجے تھے میرے پر حملہ کرنے لگی۔ اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہی صرع ہے۔ تب میں نے اپنا داہنا ہاتھ زور سے اُس کے سینہ پر مارا اور کہا کہ دُور ہو تیرا مجھ میں حصّہ نہیں۔ تب خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ بعد اس کے وہ خطرناک عوارض جاتے رہے اور وہ درد شدید بالکل جاتی رہی صرف دورانِ سر کبھی کبھی ہوتا ہے تا دو زرد چادروں کی پیشگوئی میں خلل نہ آوے۔ دُوسری مرض ذیابیطس تخمیناً بیس 20 برس سے ہے جو مجھے لاحق ہے جیسا کہ اس نشان کا پہلے بھی ذِکر ہو چکا ہے اور ابھی تک بیس دفعہ کے قریب ہر روز پیشاب آتا ہے اور امتحان سے بول میں شکر پائی گئی۔ ایک دن مجھے خیال آیا کے ڈاکٹروں کے تجربہ کے رُو سے انجام ذیابیطس کا یا تو نزول الماء ہوتا ہے اور یا کاربینکل یعنی سرطان کا پھوڑا نکلتا ہے جو مہلک ہوتا

ہے ۔سو اسی وقت نزول الماء کی نسبت مجھے الہام ہوا۔ نَزَلتِ الرَّحۡمَۃُ عَلٰی ثَلٰثٍ اَلۡعَیۡنِ وَ عَلَی الۡاُخۡرَیَیۡنِ ۔یعنی تین عضو پر رحمت نازل کی گئی آنکھ اور دو اور عضو پر۔اور پھر جب کاربینکل کا خیال میرے دل میں آیا۔تو الہام ہوا۔ السّلام علیکم۔سو ایک عمر گزری کہ میں اِن بلاؤں سے محفوظ ہوں۔فالحمد اللہ۔ (حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 376, 377۔نشان 166)

یہ کتاب (حقیقۃ الوحی) مئی 1907ء میں طبع ہوئی۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو رفتہ رفتہ اعجازی طور پر ان بیماریوں کے بداثرات سے اس طرح محفوظ فرمایا تھا کہ آپؑ اپنی آخری عمر میں پہلے کی نسبت زیادہ محفوظ تھے۔چنانچہ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہؓ کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔آپؓ فرماتے ہیں:

''جن دنوں میں حضرت صاحبؑ نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے کا دعوٰی کیا تھا میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا۔اِن دِنوں میں حضرت مولوی نورالدّین صاحب حضرت صاحبؑ کو ملنے کے لئے جموّں سے آئے،اور راستہ میں لاہور ٹھہرے۔چونکہ مولوی صاحب کے ساتھ میرے والد صاحب کے بہت تعلقات تھے اور وہ مجھے تاکید فرماتے رہتے تھے کہ مولوی صاحب سے ضرور ملتے رہا کرو،اس لئے میں مولوی صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔مولوی صاحب ان دنوں میں نماز چونیاں کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا اور اس نے مولوی صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے کہ آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا ہے۔مولوی صاحب نے جواب دیا کہ مولوی صاحب میں نے تو مرزا صاحب کو صادق اور منجانب اللہ پایا ہے۔اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے ان کو یونہی نہیں مانا بلکہ علیٰ وجہ البصیرت مانا ہے۔اس پر باہم بات ہوتی رہی۔آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہ دونگا،حتیّٰ کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کرلیں۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں تیار ہوں۔اس پر اگلا دن بحث کے لئے مقرر ہو گیا۔چنانچہ دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی۔لیکن ابھی بحث ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مولوی صاحب کو جموّں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آؤ۔چنانچہ مولوی صاحب فوراً لاہور سے بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے تا کہ حضرت صاحب سے

ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں۔اس کے کچھ عرصہ بعد میں لاہور سے تعلیم کے لئے دیوبند جانے لگا تو راستہ میں اپنے ایک غیر احمدی دوست مولوی ابراہیم کے یہاں لدھیانہ ٹھہرا۔وہاں مجھے مولوی ابراہیم نے بتایا کہ آجکل مرزا صاحب قادیانی یہیں ہیں۔میں نے اُسے کہا کہ چلو پھر ان سے چل کر ملیں اور ان کے حالات دیکھیں۔اس نے کہا کہ مرزا صاحب کی مخالفت بہت ہے اور میرے یہاں لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں۔اس لئے میں تو نہیں جاسکتا۔آپ کے ساتھ اپنا ایک طالب علم بھیج دیتا ہوں جو آپ کو مرزا صاحب کے مکان کا راستہ بتادے گا۔چنانچہ میں اکیلا حضرت صاحبؑ کی ملاقات کے لئے گیا۔جب میں اس مکان پر پہنچا جہاں حضرت صاحبؑ قیام فرما تھے تو اس وقت آپؑ اندر کے کمرہ سے نکل کر باہر نشست گاہ میں تشریف لارہے تھے۔میں نے مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا۔اس وقت شاید حضرت صاحبؑ کے پاس شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری اور کوئی اور صاحب تھے۔حضرت صاحبؑ سر نیچا کر کے خاموش بیٹھ گئے۔جیسے کوئی شخص مراقبہ میں بیٹھتا ہے۔شیخ صاحب نے یا جو صاحب وہاں تھے انگریزی حکومت کا کچھ ذکر شروع کر دیا کہ یہ حکومت بہت اچھی ہے اور ایک لمبا عرصہ ذکر کرتے رہے مگر حضرت صاحب اس طرح سر نیچے ڈالے آگے کی طرف جھکے ہوئے بیٹھے رہے۔اور کچھ نہیں بولے۔مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ سُن رہے ہیں۔

ایک موقع پر آپؑ نے کسی بات پر صرف ہاں یا نہ کا لفظ بولا اور پھر اسی طرح خاموش ہوگئے۔مولوی صاحب نے بیان کیا کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپؑ کا رنگ زرد تھا،اور آپؑ اتنے کمزور تھے کہ کچھ حد نہیں۔کچھ دیر کے بعد میں مصافحہ کر کے وہاں سے اُٹھ آیا جب میں مولوی ابراہیم کے مکان پر پہنچا تو اُس نے پوچھا کہ کہو مرزا صاحبؑ سے مل آئے ؟ میں نے کہا ''ہاں! مگر لوگوں نے یونہی مخالفت کا شور مچا رکھا ہے مرزا صاحب تو صرف چند دن کے مہمان ہیں۔بچتے نظر نہیں آتے۔'' مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس وقت میرا یہی یقین تھا کہ ایسا کمزور شخص زیادہ عرصہ نہیں زندہ رہ سکتا۔''

اس روایت پر مؤلّف کتاب سیرت المہدی حضرت مرزا بشیر احمدؓ تبصرہ کرتے ہیں کہ

''ابتدائے دعوای کے زمانہ میں چونکہ بیماری کے دوروں کی بھی ابتداء تھی۔حضرت صاحب

کی صحت سخت خراب ہوگئی تھی اور آپؑ ایسے کمزور ہو گئے تھے کہ ظاہری اسباب کی رُو سے واقعی صرف چند دن کے مہمان نظر آتے تھے۔ غالباً انہی دنوں میں حضرت صاحب کو الہام ہوا کہ تُرَدُّ عَلَیْکَ اَنْوَارُالشَّبَابِ۔ یعنی اللہ فرماتا ہے کہ تیری طرف شباب کہ انوار لوٹائے جائیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد کے جیسا کہ دُوسرے الہامات میں ذکر ہے یہ بیماری تو آپؑ کے ساتھ رہی لیکن دردوں کی سختی اتنی کم ہوگئی کہ آپ کے بدن میں پھر پہلے کی سی طاقت آ گئی اور آپؑ اچھی طرح کام کرنے کے قابل ہو گئے۔''

(سیرت المہدیؑ جلداوّل صفحہ 279 ,280روایت 293)

اس روایت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیماری کی وجہ، صحت کی حالت اور پھر انوار الشباب کے واپس آنے وغیرہ کا عمومی نقشہ ابھرتا ہے۔ لیکن اس کے بعد آپؑ کی صحت میں نمایاں فرق آتا گیا اور آپؑ مضبوط ہوتے گئے۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ کے عام قوای آخر عمر تک بہت اچھی حالت میں رہے۔ اور آپؑ کے چلنے پھرنے اور کام کاج کی طاقت میں کسی قسم کی انحطاط کی صورت رونما نہیں ہوئی۔ بلکہ میں نے بھائی شیخ عبدالرحیم صاحب سے سنا ہے کہ گو درمیان میں آپؑ کا جسم کسی قدر ڈھیلا ہو گیا تھا۔ لیکن آخری سالوں میں پھر خوب سخت اور مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھائی عبدالرحیم صاحب کو حضرت صاحب کے جسم کے دبانے کا کافی موقع ملتا تھا۔'' (سیرت المہدیؑ۔ جلد دوم صفحہ 11 روایت 316)

ایک دفعہ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کے بھائی مولانا ابوالنصر غلام یٰسین آہ صاحب قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں جو آپ نے دیکھا اُس کی روئیداد لکھ کر اخبار بدر کے ایڈیٹر کو بھجوائی جو اُنہی دنوں اُن کی زندگی ہی میں جماعت کے اخبار ''بدر'' کی 25 مئی 1905ء کی اشاعت میں شائع ہوئی۔ اس تفصیلی بیان میں سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز۔ مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔ بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسّم ہیں، رنگ گورا ہے۔ بالوں

کوحنا کا رنگ دیتے ہیں۔جسم مضبوط اور محنتی ہے۔سر پر پنجابی وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں ۔پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے۔عمر تقریباً 66 سال کی ہے۔مرزا صاحب کے مریدوں میں مَیں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں خوش اعتقاد پایا۔میری موجودگی میں بہت سے معزّز مہمان آئے ہوئے تھے۔جن کی ارادت بڑے پایہ کی تھی اور بے حد عقیدت مند تھے۔مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں کے خاتمہ پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقع دیا : ''ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتے قیام کریں۔'' (اس وقت کا تبسّم ناک چہرہ اب تک میری آنکھوں میں ہے) میں جس شوق کو لے کر گیا تھا ساتھ لایا اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔واقعی قادیان نے اس جملہ کو اچھی طرح سمجھا ہے۔وَحَسِّنْ خُلُقَکَ وَلَوْ مَعَ الْکُفَّارِ۔'' (بدر 25 مئی 1905ء)

اپنے اس تحریری بیان میں مولانا ابو النصر آہ صاحب نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قابلِ رشک صحت، سیرت اور صورت کا دیانتدارانہ طور پر نقشہ کھینچا ہے۔جو دیگر حقائق کے ساتھ یہ ثابت کرتا ہے کہ مذکورہ بالا دو بیماریوں پر مشتمل دونوں نشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کی سچائی اور طاہر القادری صاحب کے مکمل طور پر جھوٹا ہونے کے ثبوت ہیں۔سوچنے کی بات ہے کہ طاہر القادری صاحب جس شخص کو مجنون، بیمار اور مفتری قرار دے رہے ہیں ایک وقت میں وہ ایسی حالت کو پہنچا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ چند دن کا مہمان نظر آتا ہے۔مگر خدا تعالیٰ داہنے ہاتھ سے اُس کی شہ رگ کو پکڑنے کی بجائے اُسے ایسے اعجازی طور پر شفا اور صحت دیتا ہے کہ اُس کی مثال نہیں ملتی۔پس اُس سے خدا تعالیٰ کا یہ سلوک اُسے منہاج القرآن پر مقرّب مامور من اللہ اور طاہر القادری صاحب کو مکذّب اور جھوٹا ثابت کرتا ہے۔

مرکبِ تکذیب، از دوکانِ طبیب

طاہر القادری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو پرکھنے کے لئے بعض طبیبوں کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں تا کہ یہ ثابت کرسکیں کہ وہ اپنے مدّعا میں سچے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر وہ یہ ثابت کرر ہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر جنون کا الزام لگانے والے سچے ہوتے ہیں۔

معزز قارئین ! قرآن کریم کی 6666 آیات کی چھان پھٹک کرلیں۔ کسی ایک جگہ بھی آپ کو یہ نظر نہیں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی صداقت اور اُس کے دعاوی کی حقانیت کو پرکھنے کے لئے یہ معیار مقرر کیا ہو کہ طبیبوں اور پنساریوں کے پاس جا کر تصدیق مانگی جائے۔

''منہاج القرآن'' کا تقاضا تو یہ تھا کہ دعوائے نبوّت کو قرآن کے مقرر کردہ معیاروں پر پرکھا جاتا۔ مگر طاہر القادری صاحب بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے دعوائے نبوّت کو پرکھنے کے لئے اپنے خود ساختہ معیاروں کی وجہ سے طبیبوں کے ہاں چکر لگاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے مقرر کردہ معیاروں کے مطابق اور منہاج نبوّت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوائے نبوّت سچا اور منہاجِ قرآن سے مصدّقہ قرار پاتا ہے۔ اگر دعوائے نبوّت کی تصدیق یا تکذیب کے لئے حکیم یا طبیب کسوٹی ہوں تو پھر اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ بھی نعوذ باللہ نعوذ باللہ اپنے دعووں میں درست تھے جو آنحضرت ﷺ کو مسحور و مجنون کہتے تھے اور اُن کی بدبخت نسل بھی جو آج تک آپؐ کی امراض کو ایسے ہی حکیموں اور طبیبوں کی آراء پر پرکھ کر آپؐ کو مرگی وغیرہ کا مریض قرار دیتی ہے اور آپؐ کی تکذیب کرتی ہے۔

پس جس معیار پر طاہر القادری صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہؑ کے دعاوی کو پرکھنا چاہتے ہیں اُس سے صرف آپؑ کے دعاوی کی صداقت کا مسئلہ نہیں رہتا بلکہ مسئلہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا بھی سامنے آتا ہے۔ جو کہ بشری امراض کی وجہ سے (نعوذ باللہ) حکیموں کے معیار پر پورے نہیں اترتے بلکہ ان سب سے بڑھ کر (نعوذ باللہ) مسئلہ صادقوں کے سردار حضرت محمد مصطفی ﷺ کی نبوّت کی صداقت کا بھی ہے۔ پس اب طاہر القادری

صاحب کا اختیار ہے کہ وہ منہاج القرآن کو اپناتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعاوی کو قرآنِ کریم کے مقرر کردہ اصولوں پر پرکھیں یا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی صداقت کو پرکھنے کے لئے کفاّر کی اختیار کردہ کسوٹی کے درست ہونے کا فتویٰ صادر کریں۔

طاہر القادری صاحب جس غرض کے لئے حکیموں کے پاس گئے ہیں اُس کے دو پہلو ہیں۔**ایک** یہ کہ وہ ثابت کرسکیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ہسٹریا، مالیخولیا اور مراق وغیرہ بیماریاں لاحق تھیں۔**دوسرے** یہ ثابت کرسکیں کہ نعوذ باللہ آپؑ خاندانی یا موروثی طور پر ان بیماریوں میں مبتلا تھے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریروں سے تو یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آپؑ کو ہسٹریا، مالیخولیا، مرگی اور جنون وغیرہ امراض میں سے کوئی مرض بھی لاحق نہیں تھا۔اس کے باوجود آپؑ پر بھی دیگر انبیاءؑ کی طرح ’’اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ‘‘ (القلم 52:) کہ ’یقیناً یہ مجنون ہے‘ کا لیبل لگایا گیا تو اس پر آپؑ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :

’’دوسری نکتہ چینی یہ ہے کہ مالیخولیا یا جنون ہو جانے کی وجہ سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کردیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو میں کسی کے مجنون کہنے یا دیوانہ نام رکھنے سے ناراض نہیں ہو سکتا بلکہ خوش ہوں۔کیونکہ ہمیشہ سے ناسمجھ لوگ ہر ایک نبی اور رسول کا بھی اُن کے زمانہ میں یہی نام رکھتے آئے ہیں اور قدیم سے ربّانی مصلحوں کو قوم کی طرف سے یہی خطاب ملتا رہا ہے اور نیز اس وجہ سے بھی مجھے خوشی پہنچی ہے کہ آج وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو براہین میں طبع ہو چکی ہے کہ تجھے مجنون بھی کہیں گے۔لیکن حیرت تو اس بات میں ہے کہ اس دعویٰ میں کون سے جنون کی علامت پائی جاتی ہے۔کون سی خلاف عقل بات ہے جس کی وجہ سے معترضین کو جنوں ہو جانے کا شک پڑ گیا۔اس بات کا فیصلہ ہم معترضین کی ہی کانشنس اور عقل پر چھوڑتے ہیں اور اُن کے سامنے اپنے بیانات اور اپنے مخالفوں کی حکایات رکھ دیتے ہیں کہ ہم دونوں گروہ میں سے مجنون کون ہے اور عقل سلیم کس کی طرز تقریر کو مجانین کی باتوں کے مشابہ سمجھتی ہے اور کس کے بیانات کو قول موجہ قرار دیتی ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد3 صفحہ121 مطبوعہ 1891ء)

اس حتمی وضاحت کے بعد آپؑ نے 1900ء میں ان امراض سے کلّیۃً محفوظ رہنے کو اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا:

’’پہلے ہی سے اُس (اللہ تعالیٰ) نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ثَمَانِيْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذٰلِکَ اَوْ تَزِيْدُ عَلَيْهِ سِنِيْنًا وَ تَرٰی نَسْلًا بَعِيْدًا یعنی تیری عمر اسیؔ برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دُور کی نسل کو دیکھ لے گا۔اور یہ الہام قریباً پینتیس (35) برس سے ہو چکا ہے۔اور لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ایسا ہی چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ دشمن یہ بھی تمنّا کریں گے کہ یہ شخص جھوٹوں کی طرح مہجور اور مخذول رہے اور زمین پر اس کی قبولیت پیدا نہ ہو تا یہ نتیجہ نکال سکیں کہ وہ قبولیت جو صادقین کے لئے شرط ہے اور اُن کے لئے آسمان سے نازل ہوتی ہے اس شخص کو نہیں دی گئی۔لہٰذا اس نے پہلے سے براہین احمدیہ میں فرما دیا۔يَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِی اِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ ۔يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ وَالْمُلُوْکُ يَتَبَرَّكُوْنَ بِثِيَابِکَ۔اِذَا جَآءَ نَصْرُاللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔وَانْتَهٰی اَمْرُالزَّمَانِ اِلَيْنَا۔ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔یعنی تیری مدد وہ لوگ کرینگے جن کے دلوں پر میں آسمان سے وحی نازل کروں گا۔وہ دُور دُور کی راہوں سے تیرے پاس آئیں گے اور بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔جب ہماری مدد اور فتح آجائیگی تب مخالفین کو کہا جائے گا کہ کیا یہ انسان کا افترا تھا یا خدا کا کاروبار۔

ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی خبیث مرض دامنگیر ہو جائے جیسا کہ جذام اور جنون اور اندھا ہونا اور مرگی تو اس سے یہ لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ اس پر غضب الٰہی ہو گیا اس لئے پہلے سے اُس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر یک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کرونگا۔اور بعد اس کے آنکھوں کی نسبت خاص کر یہ بھی الہام ہوا تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عَلٰی ثَلٰثٍ اَلْعَيْنِ وَ عَلَی الْاُخْرَيَيْنِ۔یعنی رحمت تین عضووں پر نازل ہوگی۔ایک آنکھیں کہ پیرانہ سالی ان کو صدمہ نہیں پہنچائیگی۔اور نزول الماء وغیرہ سے جس سے نورِ بصارت جاتا رہے محفوظ رہیں گی اور دو عضو اور ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے تصریح نہیں کی اُن پر بھی یہی رحمت نازل ہوگی اور ان کی قوتوں اور طاقتوں میں فتور نہیں آئیگا۔اب بولو تم نے دنیا میں کس کذّاب کو دیکھا کہ اپنی عمر بتلاتا ہے۔اپنی صحت بصری اور دوسرے دو اعضائے صحت کا آخیر عمر تک دعویٰ کرتا ہے۔

ایسا ہی چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ لوگ قتل کے منصوبے کرینگے اُس نے پہلے سے براہین میں خبر دیدی یَعْصِمُکَ اللّٰہُ وَلَوْلَمْ یَعْصِمُکَ النَّاسُ۔ (اربعین 3۔روحانی خزائن جلد17 صفحہ 41، 42)

یہ دونوں تحریریں ایسی حتمی ہیں کہ کسی بھی روایت سے پیدا شدہ غلطی یا غلط فہمی کا کلیۃً ردّ کرتی ہیں اور ثابت کرتی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوئی ایسی بیماری نہ تھی کہ جس کی تلاش اور تجسّس میں طاہر القادری صاحب قرآن کریم کے علی الرّغم اطبّاء کے پاس گئے ہیں۔

الغرض حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ہسٹریا، مالیخولیا، مرگی وجنون وغیرہ میں سے کوئی بیماری لاحق نہ تھی۔ اس کا دوسرا ثبوت یہ ہے آپؑ کی زندگی اور آپؑ کے حالات کے جائزہ سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ کو سر درد یا دورانِ سر کی تکلیف تو تھی لیکن طاہر القادری صاحب کی مزعومہ بیماریوں میں سے کوئی بیماری بھی آپ کو نہ تھی کیونکہ علمِ طبّ سے قطعی طور پر ثابت شدہ حقیقت یہ ہے کہ ان بیماریوں میں مبتلا مریض دن بدن ذہنی، دماغی اور جسمانی لحاظ سے کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس کے برعکس ذہنی وجسمانی لحاظ سے دن بدن صحتمند ہوتے چلے جانا اور ہر روز نئی ذہانت کے نور سے منوّر ہونا، فرائض منصبی کی ادائیگی کے مطابق جسمانی صلاحیتوں کا بڑھتے چلے جانا، اس کے ساتھ تائیدات سماویہ اور فوجِ ملائک کا مسلسل نزول اور نشاناتِ خداوندی کا پے در پے ظہور ہر ایسے جھوٹ کو ردّ کرتا ہے جو مخالفینِ جماعتِ احمدیہ کی طرف سے آپؑ پر باندھا گیا ہے۔

چونکہ طاہر القادری صاحب طبیبوں کی بات مانتے ہیں اس لئے یہاں انہی کے ذریعہ سے ان کے جھوٹا ہونے کے ثبوت دیئے جارہے ہیں۔ چنانچہ میڈیکل کی جدید کتب اور تحقیقات سے ثابت ہے کہ

۞ ہسٹریا (HYSTERIA) کی علامات میں یہ بنیادی اور نمایاں علامت ہے کہ مریض کی طبیعت میں مایوسی اور ہیجان کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ حقیقی طور پر اپنے آپ کو بیمار محسوس کرتا ہے۔ اُس کے اندر کسی عظیم مقصد کے حصول کی آرزو نہیں ہوتی، وہ خیالات کے لحاظ سے دن بدن پستی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

۞ مالیخولیا (MALANCHOLIA) کا مریض بھی مایوسیت کا مزاج رکھتا ہے نہ وہ کسی کام میں دلچسپی رکھتا ہے نہ کسی چیز سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ وہ روزمرّہ کے معمول ترک کر دیتا ہے، اپنی صلاحیتوں کو کم محسوس کرتا ہے، اُس کے خیالات پر ہمّ وغم سایہ فگن ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی توجہّ کو کسی خاص مقصد پر مرکوز نہیں کرسکتا اور نہ وہ اپنی سوچوں کو مجتمع کرسکتا ہے۔

۞ مرگی (EPILEPSY) کے حملہ سے قبل مریض اعصابی بے چینی محسوس کرتا ہے، اچانک متلی بھی ہوتی ہے۔جسم کانپتا ہے اور زبان دانتوں میں آجاتی ہے۔انگلیوں میں تشنّج ہوجاتا ہے۔تشنّج کے دورہ میں ہاتھوں کی مُٹھیاں نہایت شدّت سے بند ہوجاتی ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات انگلیوں کے ناخن ہتھیلیوں میں گڑ جاتے ہیں۔ یہ اینٹھن ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں سے بڑھ کر ٹانگوں اور بازوؤں میں پہنچتی ہے اور تمام جسم اکڑ جاتا ہے۔منہ سے جھاگ نکلتا ہے اور مریض بے ہوش ہوجاتا ہے، اعصابی ہیجان کے ساتھ عمومی بے خوابی بھی پائی جاتی ہے۔دورہ ختم ہونے کے بعد تھکاوٹ اور غنودگی طاری ہوجاتی ہے۔چنانچہ ملاحظہ فرمائیں

1- CLINICAL NEUROLOGY:- EDITOR : ROBERT J.JOYNT
MD.PHD. REVISED EDITION 1989
JB LIPPIN COTT CO - EAST WASHINGTON SQUARE
PHILADELPHIA, PA 19105

2- TEXT BOOK OF PSYCHIATRY :- EDITORS : ROBERT ITALES
MD ET AL. 2ND EDITION 1994
AMERICAN PSYCHIATRIC PRESS 1400 K. STREET N.W
WASHINGTON DC 20005

3- COMPANION TO PSYCHIATRIC STUDIES BY
RE. KENDALL AND A.K. ZEALLEY
PUBLISHED BY : CHURCHIL LIVINGSTON LONDON 1993

ان کتب میں مذکور جدید اور مستند تحقیقات کی کسوٹی پر پرکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر درد اور دورانِ سر کے دوروں میں نہ کبھی آپؑ میں ہسٹریا کی علامتیں نظر آتی ہیں، نہ مالیخولیا کی اور نہ مرگی کی اور نہ ہی کُل زندگی میں کبھی ایک بار بھی آپ کو ان کا دورہ ہوا۔یعنی مذکورہ بالا علامتوں میں سے آپؑ میں کبھی بھی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔

۞ مراق ایک قسم کے مالیخولیا کا نام بھی ہے اور سر درد اور دورانِ سر بھی مراق کی ذیل میں آجاتے ہیں۔چنانچہ

طبّ کی مستند ترین کتاب ''طبِّ اکبر''، علم طبّ میں چوٹی کی کتاب ہے۔ اس کے مصنّف محمد اکبر ارزانی کی اس علم پر دیگر کتب بھی برصغیر پاک و ہند میں سند کی حیثیت کی حامل ہیں۔ اس کے دو ترجمے اردو میں شائع شدہ ہیں۔

1۔ ترجمہ حکیم دیوان کا حسن چند کپور سابق وزیر اعظم ریاست بِلاسپور۔ شائع کردہ جے، ایس سردار سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور۔ پریس و مشہور عالم سیم پریس لاہور۔

2۔ ترجمہ ڈاکٹر اللہ رکھا قریشی۔ شائع کردہ شیخ غلام حسین اینڈ سنز کشمیر بازار لاہور۔ خورشید عالم پریس لاہور۔

کتاب ''طبِّ اکبر'' 1112 ہجری میں تالیف کی گئی۔ اس میں مراق کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ 1: صداع مراقی، 2: دوّار مراقی اور 3: مالیخولیا مراقی۔ ان میں سے صرف مالیخولیا مراقی کی علامات جنون سے ملتی ہیں اور باقی دو قسمیں دماغی محنت کرنے والوں کو عارض ہوجاتی ہیں۔ ان دونوں قسموں کا جنون سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ صرف پردۂ مراق سے بخارات اٹھ کر دماغ کی طرف جاتے ہیں جن سے سر درد (صداع) یا دوران سر (دوّار) کی مرض لاحق ہوجاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سر درد کا مرض ضرور تھا جو آپؑ کے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق تھا اور آپؑ کے لئے، آپؑ کی صداقت کے ثبوت کے طور پر مقدّر تھا۔ ایسی سر درد یا دورانِ سر کو غلط معنے دے کر ماٴمور من اللہ کی تکذیب کرنا بعینہٖ اسی راہ پر چلنے کے مترادف ہے جس پر مکذّبین و منکرین انبیاءؑ ہمیشہ چلتے آئے ہیں۔ ان لوگوں کے ہاتھوں سے تو سب سے سچّے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ بھی محفوظ نہیں رہے۔ کسی دوسرے کا کوئی کیا فکر یا ذکر کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی اور آپؑ کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ میں مراقی علامات کے دو بڑے سبب تھے۔

1۔ کثرت سے دماغی محنت، تفکرّات، قوم کا غم اور اُس کی اصلاح کی فکر اور اسلام اور حضرت بانی اسلام ﷺ پر غیر مذاہب والوں کی طرف سے حملے اور گندے اعتراضات کے زخم۔

2۔ غذا کی بے قاعدگی کی وجہ سے سوءِ ہضم اور اسہال کی شکایت۔

جیسا کہ دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دن اور رات دماغی کاموں میں گزرتے تھے۔ آپؑ کو تصنیف و تالیف اور تقریر و وعظ اور دعاؤں میں اس قدر مصروفیت اور انہماک تھا کہ آرام و طعام بھی بھولے رہتے

تھے۔ساری دنیا میں دینِ اسلام کے مخالف تھے۔آپؑ کو جن کا علمی رنگ میں مقابلہ تھا۔اس مقابلہ کے لئے اس وقت کے ساری دنیا کے علمائے اسلام میں صرف آپؑ اکیلے تھے جو علَمِ جہاد بلند کئے ہوئے تھے۔یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ جس قدر کام آپؑ نے اپنی زندگی میں کیا ہے وہ بیسیوں آدمی بھی نہیں کر سکتے تھے۔چنانچہ آپؑ ؏ ’صدیوں کا کام تھوڑے سے عرصہ میں کر گئے‘

اس قلمی جہاد کے ساتھ ساتھ قوم کا غم اور اُس کی اصلاح کا آپؑ کو دن رات فکر تھا جس سے دماغ کو ضُعف ہو جاتا تھا۔اس غم کا آپؑ نے یوں ذکر فرمایا ہے کہ:

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید

دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زَین العابدین

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغز جان ما گداخت

کثرتِ اعدائے ملّت قلّتِ انصار دیں

کہ افواج یزید کی مانند ہر طرف کفر جوش زن ہے اور دینِ حق حضرت زین العابدینؒ کی طرح بیمار و بیکس ہے۔دینِ احمدؐ کے متعلق ان دو فکروں نے میری جان کا مغز گھلا دیا ہے۔ایک یہ کہ دشمنانِ دین کی کثرت ہے اور دوسرے یہ کہ انصارِ دین کی قلّت انتہائی ہے۔

اس غم و فکر کے ساتھ اور اس کی وجہ سے کام کی کثرت اور اُس میں انہماک ایسا تھا کہ غذا میں بے پرہیزی عام معمول تھا۔آپؑ اکثر کھانا وقت پر نہ کھا سکتے تھے۔بسا اوقات آپؑ کو اکثر صُبح کے ناشتہ کا خیال دوپہر ایک دو بجے کے قریب ہوتا تھا اور بعض دفعہ صبح دس بجے کھانا کھا کر کام شروع کرتے تھے اور رات تک کھانے کا خیال نہ ہوتا تھا۔اس قسم کی بے قاعدگی زندگی کا معمول بن چکی تھی جس کے نتیجہ میں سوءِ ہضم اور اسہال کی شکایت تھی اور بجائے جسم کو طاقت ملنے اور دماغی ضعف دور ہونے کے بدہضمی کی وجہ سے ضعف زیادہ ہوتا تھا۔

پس مراق کا وہ مرض جو سر درد اور دورانِ سر کی قسم ہے،آپؑ کو مذکورہ بالا خارجی اثرات کے تحت پیدا ہو گیا تھا۔اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے،اس کا باعث سخت دماغی محنت،تفکّراتِ وغم دین اور سوءِ ہضم تھا جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا اور جس کا اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات دورانِ سر وغیرہ اصطلاحات و الفاظ سے ہوتا تھا۔

پس شرافت،دیانت،اخلاق اور سچی تحقیق کا تقاضا تو یہ تھا کہ مخالفین جماعت احمدیہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ

احمدیہ کے مراق کو جو سر درد کی ایک قسم تھی اور اس کا تعلق مرگی سے کسی طور پر نہیں تھا، مرگی اور ہسٹریا اور مالیخولیا وغیرہ پر حمل نہ کرتے۔ بلکہ تشخیص الامراض کے اصول کے تحت اس مرض کی علامات کا سبب اور اس کی کیفیات وعلامات کے پیشِ نظر اسے صحیح نام دیتے تا وہ مخالفینِ انبیاءؑ کی صف میں کھڑا ہونے سے بچ جاتے۔ بہر حال یہ اُن کی ایسی باطل تکذیبی کارروائیاں ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو ذرّہ برابر بھی نہیں دھندلا سکیں۔

طاہر القادری صاحب کے جھوٹ سے لدے ہوئے زیرِ نظر پمفلٹ میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ آپؑ کی یہ بیماری خاندانی تھی۔

افسوس ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تکذیب میں قادری صاحب جھوٹ کا دامن نہیں چھوڑ سکے۔ آپؑ کے والد ماجد، دادا، پردادا غرضیکہ تمام خاندان کی طبیّ تاریخ کی ورق گردانی کر جائیں، عصبی امراض کا کہیں ذکر تک موجود نہیں۔ بلکہ آپؑ کے والد ماجد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اس قدر توانا اور باہمّت تھے کہ بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے بھی خود اُٹھ کر رفع حاجت کے لئے جاتے تھے اور جب تیماردار اُٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھاتے تو ناراض ہو کر کہتے کہ میں اتنا کمزور تو نہیں ہوں کہ اُٹھ نہ سکوں۔ اور لکھا ہے کہ موت کے غرغرہ کے وقت بھی انہوں نے کلام کیا (حالانکہ ایسا شاذ ہی ہوتا ہے اور اعصابی مریض سے تو ایسے وقت میں کلام ممکن ہی نہیں)۔

پس مخالفین کی طرف سے یہ الزام کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاندانی یا موروثی امراض لاحق تھے سراسر جھوٹ ہے۔

اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

کشتیٔ اسلام بے لُطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار
مُجھ کو دے اک فوقِ عادت اے خُدا جوش و تپش
جِس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار
وُہ لگا دے آگ میرے دل میں مِلّت کے لئے
شُعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بیشمار
اے خُدا تیرے لئے ہر ذرّہ ہو میرا فِدا
مُجھ کو دِکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام جس انہماک، توجہ اور درد و اضطراب کے ساتھ فرضِ منصبی کی ادائیگی میں مصروف تھے اُس کا مختصر ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ تزکیۂ نفوس، تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف، اشاعت کتب، پیروی مقدّمات، سفر اسفار، بے شمار خط و کتابت، مہمانوازی وغیرہ نیز عبادات و ذکرِ الٰہی اور اس کے ساتھ ساتھ خوراک اور آرام سے بےفکری، امراض اور اوپر سے مہمّاتِ اسلام کا فکر اور دفاعِ اسلام کی تڑپ ایسی تھی کہ آپؑ کو قدم قدم پر بے قرار کئے جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''شیخ غلام حسین صاحب لدھیانوی ہیڈ ڈرافٹسمین سنٹرل آفس نئی دہلی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ شیخ فرمان علی صاحب بی۔اے۔ اسسٹنٹ انجنیئر ساکن دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداسپور نے جو کہ 1915ء میں لیڈی ہارڈنگ کالج نئی دہلی کی عمارت تعمیر کرا رہے تھے۔ مجھ سے

ذکر کیا تھا کہ ایک دفعہ مولوی فتح دین صاحب مرحوم دھرم کوٹی نے جو کہ عالم جوانی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان سے بیان کیا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضورؑ کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحبؑ بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں، جیسے کی ماہیٔ بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدّت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اس واقعہ کا حضور علیہ السلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے۔ کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ’’میاں فتح دین کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں ان کا خیال آتا ہے۔ تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔‘‘ (سیرت المہدیؑ۔ حصہ سوم صفحہ 29 روایت 516)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا ایک ایک دن گواہ ہے کہ اگر کوئی اسلام یا بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف یاوہ گوئی کرتا ہے تو آپؑ کی روح تڑپ اُٹھتی تھی۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’جن دنوں میں وہ موذی اور خبیث کتاب ’’امہات المومنین‘‘ جس میں بجز دلآزاری کے اور کوئی معقول بات نہیں، چھپ کر آئی ہے، اس قدر صدمہ اس کے دیکھنے سے آپ کو ہوا کہ زبانی فرمایا کہ ہمارا آرام تلخ ہو گیا ہے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 113۔ مرتّبہ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ)

یہ درد اور یہ زخم تھے جو آپؑ کو اسلام اور حضرت بانیٔ اسلام ﷺ پر اُٹھنے والے ہر اعتراض پر پہنچتے تھے اور اُس کی جوابی کارروائی کے لئے آپؑ کو بے چین کر دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے دن رات علمی کام اور دماغی محنت میں

مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ سالہاسال کی مسلسل اور انتھک محنت نے آپؑ کو سر درد اور دورانِ سر کی امراض میں مبتلا کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت میر محمد اسماعیلؓ والی روایت میں بھی جس کا طاہر القادری صاحب نے ذکر کیا ہے۔ واضح طور پر لکھا ہے کہ یہ امراض دماغی محنت اور شبانہ روز تصنیف کی مشقّت کی وجہ سے تھیں۔ پس دینِ ہدیٰ کے فکر و غم اور اس کے دفاع میں فوق العادت محنتِ شاقہ کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی یہ بیماریاں کسی بھی منطق کے مطابق عیب کا موجب نہیں ہوسکتیں۔ یہ تو مامور من اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی خوبیوں کو روشن کرتی ہیں جن کی نظیر امّت میں نہیں ملتی۔ جہادِ اسلام کے دوران ملی یہ بیماریاں اسی طرح قابلِ تعریف ہیں جس طرح آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ جنگوں میں پہنچے ہوئے زخموں کو قابلِ تعریف سمجھتے تھے اور ان پر فخر کرتے تھے۔ وہ محنت اور جہاد جو ایک انسان کی ہستی کو بظاہر مٹا کر رکھ دے اور اُس کے نتیجہ میں ایسی فتوحات عطا کر دے کہ امّت کی ڈوبتی ہوئی کشتی دوبارہ اپنی پوری جولانیوں کے ساتھ آگے بڑھنے لگے، کس طرح قابلِ اعتراض ہوسکتی ہے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ توفیق تو صرف اور صرف ''فتح نصیب جرنیل'' کا نصیبا تھا۔ ایسا فتح نصیب جرنیل جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رحمت و تائید ایسی غیر معمولی ہے کہ اس نے اُس کی بیماریوں کو اذن ہی نہیں دیا کہ اسے مغلوب کرسکیں۔ وہ فتح نصیب جرنیل اعصاب و جوارح، عقل و دانش اور روحانیت و نورِ بصیرت اور عزم و عمل کے لحاظ سے ہر روز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہانتک کہ وفات والی رات سے منسلک سارا دن بھی وہ مسلسل خدمت و تائیدِ دین میں ہی بسر کرتا ہے۔ ہمارا دل تو نہیں چاہتا کہ محبوبِ خدا، ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکالیف کا ذکر کریں مگر تکذیب و استہزاء پر کمر بستہ لوگ چونکہ انبیاءؑ کی صفات اور اُن کے حواس اور خواص کے بنیادی عرفان سے ہی بیگانہ ہیں اس لئے ان کو یہ بتانا ضروری ہے کہ وہ بھی بحیثیت بشر عام انسانوں کی طرح ہی کے انسان ہوتے ہیں۔ اُن پر بھی محنت اور مشقّت اور غم و الم اُسی طرح اثر کرتے ہیں جس طرح عام انسانوں پر۔ ان کی وجہ سے اگر وہ جسمانی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ اُن کی سیرت کا ایک روشن پہلو شمار ہوتا ہے نہ کہ عیب۔ چنانچہ ہم اپنے آقا و مولیٰ حضرت رسولِ کریم ﷺ کی کتابِ سیرت کو کھولیں تو اُس کا ایک روشن باب یہ بھی نظر آتا ہے کہ آپؐ کو ہر طرف سے مہمّات درپیش تھیں اور آپؐ ہر مہمّ کو ایک فاتح اور غالب جرنیل کی طرح سر کر رہے تھے لیکن ایسے عالم میں کہ نہ آپؐ کو اپنے آرام کا فکر تھا نہ طعام کا۔ مسلسل اور یکے بعد دیگرے جنگیں مسلّط ہیں جبکہ مسلمان بالکل نہتے اور بظاہر بے کسی کے عالم میں ہیں۔ ذرا جنگِ خندق کے حالات ملاحظہ کریں کہ رسول اللہ ﷺ خود پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں اور اپنی بھوک کا کسی کو احساس تک نہیں ہونے

دیتے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں کئی کئی روز چولہا نہیں جلتا تھا۔دن کا یہ عالم تھا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا (المزمل:8)" کہ تیرا سارا دن کاموں میں انتہائی مصروف گزرتا ہے۔رات کو چند لمحات آرام کے میسّر آئے بھی تو آپؐ فوراً اُٹھے اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری میں ہی ساری رات گزار دی۔رات کو نماز میں بعض اوقات اتنا طویل قیام فرماتے کہ پاؤں سُوج جاتے۔نبی نوع انسان کے لئے دعائیں کرتے اور اُن کے غم میں حالت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ (الشعرآء:4)" کہ تو کہیں اس غم میں اپنی جان ہلاک نہ کردے کہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔

آپؐ کی مہمّات کا یہ حال تھا کہ ایک دستہ مشرق کی جانب بھجوایا ہوا ہے اور دوسرا مغرب کی طرف، تیسرا شمال کی جہت تو چوتھا جنوب کی سمت۔مسلمان فدائیوں کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ اکثر اوقات ہزاروں دشمنوں کی طرف محض گنتی کے چند فدائی بھجوائے جاسکتے تھے۔آپؐ کو ان میں سے ایک ایک کی جان اور پیچھے اُن کے ورثاء کا فکر دامنگیر رہتا تھا۔ادھر مدینہ پر قریش اور دیگر قبائل کے حملوں کا خدشہ ہر وقت تھا۔اِردگرِد کے قبائل حملوں کی گُھرکیاں دے رہے تھے اور بار بار جنگیں مسلّط کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ قیصر و کسریٰ جیسے پرشکوہ بادشاہ بھی دھمکا رہے تھے وغیرہ وغیرہ۔اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس مختلف قوموں اور قبائل کے سفیر اور وفود بھی آرہے تھے۔ان کی مہمانوازیاں بھی ہورہی تھیں۔قرآن کریم کا نزول بھی ہو رہا تھا۔احکام بھی اتر رہے تھے جن کی تعمیل کے لئے نمونہ بھی دِکھایا جا رہا تھا۔تدوین قرآن اور تحفیظ قرآن کا کام بھی ساتھ ساتھ ہو رہا تھا۔تلاوتِ آیات، تزکیہ نفس، علمِ کتاب و حکمت کا بیان بھی مسلسل جاری تھا۔آپؐ گھر کے کام بھی کر رہے تھے اور باہر بیکسوں کے بوجھ بھی اُٹھا رہے تھے۔الغرض ہزاروں ایسے معاملات تھے جن کا بوجھ صرف اور صرف ایک جان پر تھا۔یہ جان ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی جان تھی جو ہر لحہ نبی نوع انسان کی بہبود اور ان کی بھلائی کے لئے ہلکان ہو رہی تھی۔بالآخر اِن افکار و مصروفیات کی حالت میں آپؐ کو دردِسر کی تکلیف ہوگئی۔لکھا ہے کہ اس کے علاج کے لئے:

"اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ احۡتَجَمَ فِی رَأۡسِہٖ" (بخاری۔کتاب الطّب۔باب الحجامۃ من الرّاس)

کہ آپؐ نے اپنے سر میں پچھنے لگوائے۔

ابتدائے رسالت کی بات ہے کہ جب پہلی وحی کے بعد کچھ عرصہ کے لئے اس میں وقفہ پڑا اور وحی کا نزول نہ ہوا تو آپؐ بیتاب ہوگئے۔یہ ایاّم آپؐ نے سخت گھبراہٹ اور بےچینی میں گزارے۔عشقِ خدا کا عالم یہ تھا کہ ایک

تھوڑے سے وقفہ سے آپؐ کی حالت غیر ہو گئی۔ حدیث میں آتا ہے کہ ان ایاّم میں آپؐ کو اتنی گھبراہٹ تھی کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپؐ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور ارادہ کیا کہ وہاں سے اپنے آپ کو گرا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ مگر ہر ایسے موقع پر الٰہی فرشتہ آواز دیتا کہ ''اے محمدؐ! ایسا نہ کریں۔ آپؐ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''۔ یہ آواز سن کر آپؐ رک جاتے مگر بے چینی اور اضطراب کی حالت پیدا ہوتی تو بے اختیار ہو کر پھر اپنے آپ کو ہلاک کر دینے کے لئے تیار ہو جاتے۔ (بخاری۔ باب بدء الوحی۔ مطبوعہ 1982ء حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

بعد میں پھر ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ ہجومِ مہمّات و افکارِ نوعِ انسانی کے باعث آپؐ کی حالت ایسی بھی ہوئی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''اِنَّہٗ لَیُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّہٗ یَفْعَلُ الشَّیْءَ وَمَا فَعَلَہٗ'' (بخاری کتاب بدالخلق فی ابلیس وجنودہ) کہ آپؐ کو خیال گزرتا تھا کہ آپؐ نے گویا کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپؐ نے کیا نہ ہوتا تھا۔

پس انبیاءؑ کے ہمّ و غم اور اُن کے درد و الم کی وجوہات ہی اور ہیں جن کے بناء پر اُن کی بیماری کی نوعیت بھی اور ہی ہوتی ہے۔ جسے دنیا دار لوگ ہمیشہ طعن کا نشانہ بنا کر انہیں مسحور و مجنون قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کَذٰلِکَ مَآ اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ'' (الذّٰریٰت 53 :) کہ اسی طرح ان سے پہلے جو رسول آتے رہے ہیں اُن کو لوگوں نے یہی کہا کہ وہ سحر زدہ ہیں یا مجنون ہیں۔''

انبیاءؑ کو سحر زدہ اور مجنون قرار دینے والوں نے سب سے بڑے عقل مند اور حکمت و دانش کے بادشاہ کو بھی نہیں چھوڑا۔ صحیح بخاری کتاب الطب باب السحر میں (اور اس کے علاوہ اور جگہ بھی) ایک روایت مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کو سحر کیا گیا۔ اس کی بناء پر مستشرقین آج تک یہ کہتے ہیں کہ آپؐ پر جادو کا اثر ہو گیا تھا (نعوذ باللہ) مستشرقین تو ایک طرف خود مسلمان علماء بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے اس بارہ میں آپؐ کو وحی کے ذریعہ اطلاع بھی دیدی تھی کہ جس جادو کے بارہ میں مشہور کیا گیا ہے، اُس کی ذرّہ برابر بھی حیثیت نہیں تھی۔

واقعہ یہ تھا ایک یہودی نے اپنے زعم میں آپؐ پر جادو کرنے کیلئے کنگھی پر بال لپیٹ کر اُس پر اپنا مزعومہ جادو پھونک کر مدینہ کے ذروان نامی ایک کنویں میں پھینکے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے جب اُس کی خبر آنحضرت ﷺ کو دی تو لوگوں نے دیکھ لیا کہ اُس یہودی کے جادو کی کوئی ذرّہ برابر بھی حقیقت نہیں تھی۔ اُنہی دنوں آپؐ علیل بھی تھے۔ یہ مرض قدرتی طور پر انسانوں کو لاحق ہونے والے عوارض میں سے ایک مرض تھا جو آپؐ کو بھی بحیثیت بشر لاحق ہوا اور جس سے خدا تعالیٰ نے آپؐ کو محض اپنے فضل سے محفوظ فرمایا۔ لیکن منکرین و مکذّبین آپؐ پر اس مذکورہ بالا روایت اور

بعض دیگرروایات کی بناء پر آج تک زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔ چنانچہ جہاںتک ہمیں معلوم ہے،سب سے پہلے ایک بازنطینی مورخ DIED 817 AD) THEOPHANES) نے بڑی بے باکی سے یہ جھوٹ تراشہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ کی زبان سے حضرت خدیجہؓ عنہا نے غارِ حرا میں پیش آنے والے واقعہ کا ذکر سنا تو (نعوذ باللہ نعوذ باللہ) انہیں سخت دُکھ ہوا کہ ایک معزّز خاندان کی ہوتے ہوئے بھی وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ منسلک کر دی گئی ہیں جو نہ صرف یہ کہ غریب آدمی ہے بلکہ مرگی کا مریض بھی ہے۔(نعوذ باللہ من ذالک)

اس بات کا پھر دسمبر 1976ء کے JOURNAL EPILEPSIA میں FRANK R FREEMASON نے بھی حوالہ دیا ہے۔

اس بازنطینی مؤرّخ کے بعد پادری فنڈر نے احادیث کی کتب میں مذکور روایت کا حوالہ دیتے ہوئے آنحضرت ﷺ بالکل اسی طرح بہتان باندھے ہیں جس طرح آج طاہر القادری صاحب نے بعض روایات کے حوالے دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجنون اور مالیخولیا وغیرہ کا مریض ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں۔ پادری فنڈر کی قلم پہلے مکذّب معترضین کا مثیل ہو کر کس طرح ’’کذٰلِک‘‘ زہر اگلتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> ’’قرآن اور عربی کی کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد نے اوائل حال میں گمان کیا کہ فی الحقیقت خدا نے اسے بھیجا ہے کہ عربستان میں سچا دین مقرر کرے اور ان خواب وخیالات سے جو کبھی کبھی اسے دکھائی دیئے اپنے اس گمان کی تائید پائی۔ غالباً وہ خواب وخیالات صرع کی بیماری سے تھے جو عہدِ جوانی سے محمد کو لاحق تھی۔ بعض مؤرخین نے اسے اُغمی کی بیماری کہا ہے۔ چنانچہ کتاب ’’انسان العیون‘‘ (یعنی السیرۃ الحلبیہ۔ ناقل) میں مرقوم ہے کہ ابن اسحاق نے اپنے مشائخوں سے نقل کی ہے کہ نزول قرآن سے پہلے جن ایام میں کہ محمد کا مکہ میں نظرِ بد کے رفع ہونے کا علاج کیا گیا اور جبکہ قرآن نازل ہوا تو پھر اس کی وہی حالت ہوئی یعنی کبھی کبھی ایک قسم کی بیہوشی مثل اُغمی ایک خوف ولرزہ کے ساتھ اس کو ہوئی۔ ایسا کہ آنکھیں بند ہوگئیں اور منہ سے کف نکلی اور جوان اُونٹ کی سی آواز دی۔
> .... پس ان حدیثوں کے مضمون کے مطابق شک نہیں کہ محمد کو صرع کی بیماری تھی۔

(میزان الحق باب 3 فصل 4 صفحہ 326، 327 مصنفہ: پادری سی۔ جی۔ فنڈر صاحب در مطبع: امریکن مشن بامقام پادری

روڈالف۔لدھیانہ۔1861ء)

اسی قسم کے گندے جھوٹ اور طعن مستشرقین نے کثرت سے باندھے ہیں اور آنحضرت ﷺ سے اپنے اندرونی بغض کا اظہار کیا ہے۔ہم ہر ایک کا بیان درج کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ ہمارے لئے یہ امر تکلیف دہ ہے کہ ہم اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بارہ میں ایسی باتیں بار بار لکھیں۔محض مجبوری کی تحت ایک دو حوالے پیش کئے ہیں تا کہ سنّتِ مکفرّین پر عمل کرنے والے آج کے انسان ماضی کے ان آئینوں میں اپنی شکل دیکھ سکیں اور شاید وہ اس سے کچھ سبق بھی حاصل کر سکیں۔ یہ لوگ مذکورہ بالا اقتباس کے علاوہ پادری ٹھا کر داس کی کتاب ''سیرت المسیح و الحمد'' اور پادری اِرونگ واشنگٹن کی کتاب ''سوانح عمری محمد صاحب'' وغیرہ اور بہت سی ایسی غلیظ کتب میں بھی اپنی شکلیں دیکھ سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیتِ قرآنی کو سامنے رکھ کر ایک طرف پادریوں اور مستشرقین کے بیانات کو رکھیں اور دوسری طرف زیرِ جواب پمفلٹ ''مرزائے قادیانی کی دماغی کیفیت'' کو تو صاف نظر آتا ہے کہ اعتراض کرنے والے بھی ایک ہیں اور ان کی شکلیں بھی ایک۔ اعتراض بھی وہی ہیں اور اُن کے الفاظ بھی وہی۔ وہ بھی ہرزہ سرائی اور یہ بھی بے باکی اور جھوٹ کی پوٹ۔ ہاں صرف نام مختلف ہیں اور زمانہ جدا۔ یہ خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ انبیاءؑ کے مخالفین ہمیشہ ایک ہی طرز کے اور ایک ہی طریق پر کار بند ہوتے ہیں اور دوسری طرف انبیاءؑ کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک بھی ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی یہ سنّت جس طرح ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ کام کر رہی تھی ویسے ہی آپؐ کے غلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے ساتھ تھی۔

چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بیماریوں کے بداثرات سے محفوظ رکھا اسی طرح آپؐ کے پاک مسیح و مہدیؑ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو بھی محفوظ رکھا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت رسولِ کریم ﷺ کی امراض کو آپؐ کے فرائض منصبی میں حائل نہ ہونے دیا بعینہٖ آپؐ کے غلام اور آپؐ کے پاک مسیح و مہدیؑ کے فرائض کی ادائیگی میں عوارض حائل نہ ہو سکے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت نبی کریم ﷺ کو بیماری کی بے حقیقتی سے خبر دی ویسے ہی آپؐ کے پاک مسیح و مہدیؑ کو الہاماً بتایا کہ بیماری بے حقیقت بنا دی جائے گی اور پھر آپ کو اس سے محفوظ فر دیا۔

جس طرح آنحضرت ﷺ کی امراض کا ذکر گھر کے ایک فرد کی روایت میں مذکور ہے اسی طرح آپؐ کے

پاک مسیح ومہدیؑ کی امراض کے بارہ میں روایات بھی گھر ہی کے افراد سے مذکور ہیں۔

جس طرح رسولِ خدا ﷺ کے دعوائے نبوّت سے قبل ہر شخص آپؐ کے اخلاق سے متأثر تھا اور آپؐ کی حکمت ودانش کے بارہ میں رطب اللّسان تھا، اسی طرح لوگ آپؐ کے پاک مسیح ومہدیؑ کے دعویٰ ماموریت سے پہلے اس کی سیرت اور اس کے علم ودانش کے مدّاح تھے۔

اسی طرح جس طرح دعوائے نبوّت کے بعد نبی کریم ﷺ کو سحرزدہ، مجنون اور مرگی کا مریض قرار دیا گیا اُسی طرح آپؐ کے پاک مسیح ومہدیؑ کو بھی دعویٰ ماموریت کے بعد مجنون، ہسٹریا اور مالیخولیا وغیرہ کا مریض قرار دیا گیا۔

الغرض جس طرح آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ پر لگائے گئے الزامات قطعی طور پر جھوٹے تھے اسی طرح آپؐ کے غلام مسیح الزمان ومہدیٔ دورانؑ پر لگائے گئے الزامات بھی قطعی طور پر جھوٹے ہیں۔

جنون کا الزام اور منہاج القرآن

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں انبیاءؑ پر جنون اور سحر کے الزام کو کئی جگہ بیان فرما کر اُس کا مختلف پہلوؤں سے قطعی ردّ فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ القلم کی ابتدائی آیات میں اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ پر لگائے گئے اس الزام کو بھی ٹھوس اور اصولی دلائل سے سبوتاژ کیا ہے۔ یہ دلائل وہ ہیں جن سے کسی بھی مأمور من اللہ پر لگائے گئے اس یا اس نوعیت کے کسی بھی الزام کو پرکھا جاسکتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ قرآنی معیار ہیں جو اس کی صداقت کے ٹھوس اور ناقابلِ تردید دلائل ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ہ مَآاَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ہ وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ہ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ہ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ہ بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ“ (القلم :2 تا 6)

کہ ہم قلم اور دوات کو اور اس کو جو اُن کے ذریعہ سے وہ لکھتے ہیں، شہادت کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تو اپنے ربّ کے فضل سے مجنون نہیں ہے اور تجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا بدلہ ملے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا اور تو نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔ پس تو بھی جلد دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے تم میں سے کون گمراہ ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ قلم اور دوات کو اور جو وہ اس سے لکھتے ہیں ایک قسمیہ دلیل کے طور پر پیش فرماتا ہے کہ رسولِ خدا ﷺ کسی قسم کے عارضۂ جنون میں مبتلا نہیں ہیں۔ کیونکہ آپؐ کے منکرین آپؐ کے دعوے سے پہلے آپؐ کو سب سے زیادہ سچا، ایماندار، پاکباز اور سب سے زیادہ عقلمند اور حکمت و دانش میں باکمال انسان مانتے تھے لیکن جب آپؐ نے دعوئے مأموریت فرمایا اور آپؐ کی تمام خوبیوں اور صفات میں، جن کے وہ لوگ گن گاتے تھے، خدا تعالیٰ کی طرف سے نورِ نبوّت اترا تو آپؐ کو مجنون قرار دینے لگے۔ ان کا ایسا کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ آپؐ مجنون نہیں بلکہ آپؐ کے مخالف اپنے تکبرّ، اَنا، اِباء اور بغض وعناد میں پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔ ان کا اعتراض عملاً آنحضرت ﷺ پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم پر ثابت ہوتا ہے جس کی بنیاد پر آپؐ نے دعویٰ فرمایا۔ بہرحال وہ ایک ایسے ابتلاء میں پڑ گئے ہیں کہ جس کے نتیجہ میں وہ منکرین ومکفّرین میں شمار ہونے لگے ہیں۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کے منکرین آپؐ کی پے در پے کامیابیوں اور یکے بعد دیگرے فتوحات کو جو خدا تعالیٰ

کی طرف سے تائید ونصرت کا مُنہ بولتا ثبوت تھیں، روک نہیں سکتے تھے اور نہ ہی وہ آپؑ کے دعوے کو آپؑ کی سیرت، اخلاق اور عقل ودانش کی وجہ سے ردّ کر سکتے تھے اس لئے آپؑ کے بشری پہلوؤں کو لے کر آپؑ کو مجنون اور سحر زدہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اُن کی اس کوشش کو بھی انتہائی ٹھوس اور اصولی دلائل سے ردّ فرما دیا۔ یہی اصولی دلائل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخالفین کی طرف سے لگائے گئے ایسے الزامات سے کامل تحفّظ فراہم کرتے ہیں اور آپؑ کی سچّائی کو اور الزام لگانے والوں کے جھوٹ کو بعینہٖ اُسی طرح ثابت کرتے ہیں جس طرح ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے مخالفین کو جھوٹا ثابت کرتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت آپؑ کو بھی ''وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنَ'' کے تحت ہر قدم پر کامیابی وکامرانی عطا کرتی رہی۔ آپؑ کو قدم قدم پر فتوحات نصیب ہوئیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اجرِ غیرِ ممنون کے اور ان فتوحات کے دو پہلو ہیں۔

1: ایک وہ اجرِ غیرِ ممنون جو آپؑ کو اپنی زندگی میں عطا ہوا۔ اور

2: دوسرا وہ جس کی بنیاد آپؑ سے ڈالی گئی اور وہ اجر بڑھتا، پھولتا اور پھلتا چلا جاتا ہے اور بنیادی طور پر تمام دنیا پر محیط ہو چکا ہے اور قیامت تک ہوتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ

اوّل: جہانتک اس اجرِ غیرِ ممنون کے پہلے حصّہ کا تعلق ہے تو اس کا اقرار تو جماعت احمدیہ کے بدخواہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجنون قرار دینے والے طاہر القادری صاحب اور ان کے ہم مشرب کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ خود آپؑ کی علمی تفوّق اور قلمی اعجاز کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''وہ اتنی معیاری کتب کس طرح تصنیف کر گئے''۔ (ابتدائیہ۔ پمفلٹ ''مرزائے قادیانی کی دماغی کیفیت'' صفحہ 8)

وہ مامور من اللہ جس کو لوگ دیوانہ اور مجنون کہتے ہیں، قرآن کریم اس کی صداقت کی ایک دلیل یہ بھی دیتا ہے کہ ''اگر وہ سچّے ہیں تو اسی قسم کا کوئی اور کلام لے آئیں (تا کہ دنیا فیصلہ کر سکے کہ دونوں کلام برابر ہیں)۔'' (الطور 35) چنانچہ اُس مامور من اللہ کے مقابل پر اس دعوت کو قبول کرنے کی کسی میں طاقت نہیں ہوتی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ لکھا، اپنی دانست میں دانشمند اور فرزانے قرار دینے والے یہ مخالفین اس کی نظیر تو لے کر آئیں۔

اب ملاحظہ فرمائیں چند مسلمان شرفاء کے بیانات جو باوجود اس کے کہ جماعت احمدیہ سے عقائد کے لحاظ

سے اختلاف رکھتے تھے مگر حق بات کہنے کی جرأت بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ

i: دہلی کے اخبار ''کرزن گزٹ''، کے مشہور ایڈیٹر میرزا حیرت دہلوی صاحب نے لکھا:

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کردی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ **کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔۔۔۔۔اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوّت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوّت کا کوئی لکھنے والا نہیں**۔۔۔۔اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہوجاتی ہے۔ اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہوکر اپنا رستہ صاف کیا **اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا**۔'' (کرزن گزٹ دہلی یکم جون:1908)

ii: برصغیر پاک و ہند کے ممتاز اور شہرہ آفاق عالم دین مولانا ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں:

''وہ شخص **بہت بڑا شخص** جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو **دماغی عجائبات کا مجسمّہ** تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی **انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے** اور جس کی **دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص** جو **مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا**۔ جو شورِ قیامت ہوکر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا۔.........**مرزا** غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے ایسے شخص جن سے **مذہبی** یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ **نازشِ فرزندانِ تاریخ** بہت کم منظرِ عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرکے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہوگیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار

مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا اُن کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔......... **میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے** اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔......... **آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔**''

(اخبار وکیل امرتسر۔ 28 مئی 1908)

:iii اِلہ آباد کے انگریزی اخبار ''پائونیر'' نے لکھا:

''**اگر گزشتہ زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آ کر اس زمانہ میں دنیا میں تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں معلوم نہ ہوگا جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے۔.........**

مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ کے متعلق کبھی کوئی شک نہیں ہوا اور وہ کامل صداقت اور خلوص کے ساتھ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ ان پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اور یہ کہ انہیں ایک خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے۔......... ایک دفعہ انہوں نے بشپ ویلڈن کو چیلنج دیا۔ (جس نے اسے حیران کر دیا) کہ وہ نشان نمائی میں اس کا مقابلہ کرے اور مرزا صاحب اس بات کے لئے تیار تھے کہ حالاتِ زمانہ کے ماتحت بشپ صاحب جس طرح چاہیں اپنا اطمینان کر لیں کہ نشان دکھانے میں کوئی فریب اور دھوکہ استعمال نہ ہو۔......... وہ لوگ جنہوں نے مذہبی میدان میں دنیا کے اندر حرکت پیدا کر دی ہے وہ اپنی طبیعت میں انگلستان کے لارڈ بشپ کی نسبت مرزا غلام احمد صاحب سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔......... بہرحال قادیان کا نبی ان لوگوں میں سے تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔''

(پائونیر الہ آباد مورخہ 30 جون 1908ء)

:iv مولانا سیّد حبیب (شمالی ہند کے مشہور مسلم صحافی) مدیر ''سیاست'' نے اپنی کتاب ''تحریک قادیان'' میں تسلیم کیا کہ:

''اس وقت کہ آریہ اور مسیحی مبلّغ اسلام پر پے پناہ حملے کر رہے تھے۔ اِکے دُّکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموسِ شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا۔ اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اُترے اور اُنہوں نے مسیحی پادریوں اور آریا اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیّہ کرلیا۔........ مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔''

(تحریک قادیان صفحہ 207 تا صفحہ 210)

v: اخبار ''صادق الاخبار ریواڑی'' (بہاولپور) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر لکھا:

''مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقاریر اور شاندار تصانیف سے **مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے** اور واقعی مرزا صاحب نے حقِ حمایتِ اسلام کما حقہ ادا کر کے خدمتِ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ **ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین، فاضل اجل، عالم بے بدل** کی نا گہانی موت اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔''

(اخبار صادق الاخبار ریواڑی جون 1908ء)

vi: خواجہ حسن نظامی دہلوی سجادہ نشین نظام الدین اولیاء اپنے اخبار منادی میں لکھتے ہیں:

''مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کی تبحرِ علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔''

(اخبار منادی 27 فروری تا 4 مارچ 1930ء)

vii: مجلسِ احرار تو بعد کی پیداوار ہے اور جماعت احمدیہ کی جس قدر سخت دشمن ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ یہ وہی جماعت ہے جس کا ہاتھ پکڑ کر طاہر القادری صاحب بھی جماعت احمدیہ کے عناد میں جھوٹ کی تال پر ان کے ساتھ ناچتے ہیں۔ لیکن کس قدر عجیب بات ہے کہ اسی مجلسِ احرار کے صدر بلکہ اس کے دماغ، جس کا لقب مفکّرِ احرار تھا۔ یعنی چوہدری افضل حق صاحب کے قلم سے بھی ایک ایسا کلمۂ حق نکل گیا جیسا طاہر القادری صاحب کے پمفلٹ میں ایک کلمۂ حق لکھا گیا تھا کہ ''وہ اتنی معیاری کتب کس طرح تصنیف کر گئے''۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں مفکّر احرار چوہدری افضل

حق صاحب کیا تحریر فرماتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسدِ بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا۔ مگر حسبِ معمول جلدی خوابِ گراں طاری ہو گئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں **ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا۔** ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا۔ تاہم **اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابلِ تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔''** (فتنہ ءارتداد اور پولیٹکل قلابازیاں صفحہ 46)

طاہر القادری صاحب خود منہاج القرآن کے مطابق جائزہ لے سکتے ہیں کہ ایک مجنون، ہسٹریا اور مالیخولیا کا مریض ایسی معیاری کتب کیسے تصنیف کر سکتا ہے کہ جن کی ''**عبارتیں پڑھنے سے وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے**''۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے اقتباس میں جن عبارتوں کی عظمت کی کچھ جھلک نظر آتی ہو۔ ''**انہیں ایک خارق عادت طاقت بخشی گئی ہو**'' جنہوں نے ''**مخالفینِ اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے**'' کس طرح اس مریض نے ''**اپنی پر زور تقاریر اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا اور ثابت کر دیا کہ حق حق ہی ہے۔**'' پس یہ وہ اجر غیر ممنون ہے جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ جس کا سچا اظہار مذکورہ بالا اقتباسات میں نظر آتا ہے اور وہ یقیناً طاہر القادری صاحب کی بے باکی اور جھوٹ پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

دوم: اجر غیر ممنون کا دوسرا پہلو وہ اجر ہے جس کی بناء اللہ تعالیٰ کی جناب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ڈالی گئی۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا تھا:

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔

اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہانتک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دونگا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔'' (تجلّیاتِ الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

یہ ہے اس عظیم موعود مسیح کا کلام جس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور اسے جو خبر دی اسے خود اپنی قدرت کے ساتھ حرف حرف پورا فرمایا اور ہر آنے والے لمحہ میں مزید شان و شوکت سے پورا فرما رہا ہے۔ دینِ محمدی کے غلبہ کے لئے وہ سلسلہ جو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا تھا وہ اس کے فرمانوں کے مطابق سرعت کے ساتھ بڑھنے ، پھولنے اور پھلنے لگا حتّٰی کہ دنیا کے کناروں تک محیط ہو گیا اور آج اسی پاک موعود مسیحؑ کی جماعت دنیا کے 200 سے زائد ممالک میں مضبوط بنیادوں پر قائم ہے جن میں سے بیسیوں ممالک میں سینکڑوں مشن ہاؤسز قائم ہیں۔ دنیا کی بیشتر قومیں اس چشمہ سے پانی پی رہی ہیں اور مزید قومیں شامل ہونے کے لئے مستعد و تیار ہیں۔

اس اجرِ غیر ممنون کے کچھ اعداد و شمار یہ بھی ہیں کہ جماعت احمدیہ کو دنیا کی بڑی بڑی تقریباً 70 زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ طبع کر کے ان قوموں تک پہنچانے کی توفیق مل چکی ہے اور مزید زبانوں میں ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے۔ ان کے علاوہ مزید زبانوں میں تراجم کا کام ہو رہا ہے۔ گزشتہ ایک سال یعنی 2016 میں جماعت کے مضامین اور خبریں 4651 اخبارات نے شائع کیں۔ اس وقت اس پاک مسیح کی جماعت کے افراد میں دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ افریقہ کے متعدد ممالک میں 400 سے زائد ہائر، جونیئر سیکنڈری سکول اور پرائمری اور نرسری سکول تعلیمی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ افریقہ اور وسطی امریکہ کے 11 ممالک میں 40 کے لگ بھگ ہسپتال غرباء کو طبّی سہولتیں مہیّا کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہومیو پیتھک کلینک بھی ہیں جو ساتھ ساتھ کام کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدّس خلیفۃ کی پاکستان سے ہجرت کے بعد اتنی مساجد کا اضافہ ہوا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار کو چھو رہی ہے۔ سپین میں سات سو سال کے بعد جماعت احمدیہ کو پہلی مسجد تعمیر کرنے کی توفیق ملی۔ اسی طرح یہ توفیق بھی صرف جماعت احمدیہ کو ہی نصیب ہوئی کہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے نام سے

اسٹیشن قائم کرے جو سالہا سال سے بغیر کسی انقطاع کے مسلسل ساری دنیا میں خالصۃً خدا تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے پیغام کو نشر کر رہا ہے۔ ایم ٹی اے انٹرنیشنل سیٹلائیٹ ٹیلیویژن ساری دنیا پر چوبیس گھنٹے کے پروگراموں کے ساتھ حاوی ہے۔ اس میں دنیا کی درجن بھر بڑی زبانوں میں پروگرام جاری ہیں۔ مختلف ممالک میں جماعت کے اپنے 20 ریڈیو اسٹیشن قائم ہو چکے ہیں اور 77 ممالک میں ٹیلیویژن اور ریڈیوز پر جماعت کی نشریات جاری ہیں۔ ہر سال دنیا کہ پانچوں برّ اعظموں سے سینکڑوں قوموں سے تعلق رکھنے والے لاکھوں افراد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہو کر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کی غلامی میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ وہ اجر غیر ممنون ہے جس کا عشرِ عشیر تو کیا ہزارواں حصہ بھی تمام مسلمان فرقوں اور ملکوں کو مجموعی طور پر عطا نہیں ہوا۔ یہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ نے اپنے تائید یافتہ مسیح زمان و مہدی دوراں کو اور اس کی جماعت کو عطا فرمایا ہے۔ پس ؎

سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
کوئی بتلائے نظیر اس کی اگر کرنا ہے وار
یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکّاروں کا کار

(دُرِّثمین صفحہ 142,148)

پس خدا تعالیٰ کی سچّی گواہی ''وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سچّا من جانب اللہ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید یافتہ برگزیدہ ثابت کرتی ہے اور آپؑ کو مجنون وغیرہ قرار دینے والوں کے اپنے پاگل پن پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کئے گئے اس اجر غیر ممنون کی شہادت معاند احمدیت مولوی عبدالرحیم اشرفؔ صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ یہ فیصل آباد سے ایک رسالہ المنبر (سابق المنبر) شائع کیا کرتے تھے جو جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لئے وقف تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

''ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا، اُن میں سے اکثر تقویٰ۔ تعلق باللہ۔ دیانت۔ خلوص۔ علم

اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔سیّد نذیر حسین صاحب دہلوی۔مولانا انور شاہ صاحب دیو بندی۔مولانا قاضی سیّد سلیمان منصور پوری۔مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی۔مولانا عبدالجبار غزنوی۔مولانا ثناء اللہ امرتسری، اور دُوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفر لھم کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر ورسُوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو اُن کے ہم پایہ ہوں۔اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہونگے اور قادیانی اخبار اور رسائل چند دن انہیں اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ **ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے**،متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا۔وہاں ان کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں۔اور دُوسری جانب 53ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 1956، 57ء کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو۔‘‘

(المنیر لائل پور 23؍ فروری 1956ء)

یہ گواہی 23 فروری 1956ء کی ہے۔اور آج 2016ء میں جماعت احمدیہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضلوں اور انعامات اور تائید و نصرت کا یہ عالم ہے کہ صرف اسی ایک سال میں جماعت کو صرف اپنی ضروریات پوری کرنے اور اپنے تبلیغی و اشاعتی کام کرنے کے لئے تین کروڑ پاؤنڈز سے بھی زیادہ خرچ کرنے کی توفیق ملی۔جبکہ مجموعی بجٹ اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ان پاؤنڈوں کے اگر روپے بنائے جائیں تو یہ اربوں روپے بنتے ہیں۔پس جس مدّعی کے ساتھ خدا تعالیٰ کا یہ سلوک ہو اُس کو طاہر القادری صاحب وغیرہ اگر مجنون اور بیمار آدمی کہیں تو یہ اُن کی اپنی دماغی حالت کا اظہار ہے۔اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے رسول اللہ ﷺ کے طفیل اس مدّعی کی تو علیٰ منہاج النبوّۃ ایسی نصرت فرما رہا ہے کہ گزشتہ انبیاء کی جماعتوں میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ وہ مدّعی منجانب اللہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کا اُمّتی اور غلام بن کر آپؐ کے دین کے مقدّر غلبہ کے لئے مبعوث ہوا تھا۔لاہور کے ایک اخبار ’’وفادار‘‘ نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی وفات پر لکھا تھا:

''مرزا صاحب کے بعد اگر سلسلہ احمدیہ نابود ہو جائے گا تو سمجھو کہ مرزا جھوٹا اور اگر ترقی کرے گا اور اس کے بعد اس کی جماعت یا اس کا کوئی جانشین اس کے عشق میں ترقی دینے میں کامیاب ہوا تو سمجھ لینا کہ مرزا سچاؑ اور وہ الہامِ باری سے مستفیض ہوا اور اگر اس کی جماعت یا جانشین مٹتے چلے گئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی مذہبی رخنہ اندازی کبھی بھی پسند نہیں۔''

(وفادار لاہور 14/ جولائی 1908ء)

اخبار وفادار کی یہ تحریر دراصل قرآن کریم میں مذکور قانون فَسَتُبۡصِرُ وَ یُبۡصِرُوۡنَ کی عکاّسی کرتی ہے۔اس تحریر کے بعد 110 سالہ تاریخ احمدیت اس بات کی گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ ناقابلِ بیان حد تک زمین کے کناروں تک اپنے مضبوط ترین نظام کے ساتھ وسعت پذیر ہے۔اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت یہ گواہی دیتی ہے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام یقیناً ایک سچےؑ اور منجانب اللہ وجود تھے جن سے واقعۃً خدا تعالیٰ ہمکلام ہوتا تھا۔

آیات مندرجہ بالا میں مذکور دوسری دلیل **وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ** (تُو نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔) کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا پاک خُلق اپنے آقا و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے نقشِ قدم پر کمال اطاعت واتباع کے رنگ میں نظر آتا ہے۔آپؑ کی زندگی آپؑ کے حسبِ ذیل فرمودات کی عملی تصویر پیش کرتی ہے۔آپؑ اپنے محبوب اور آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کرتے ہیں:

تیری اُلفت سے ہے معمور مِرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے
بخدا دِل سے مرے مِٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دِل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

(دُرِّثمین صفحہ 17)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:

یادِ آں صورت مرا از خود برد ہر زماں مستم کند از ساغرے

کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک صورت کی یاد مجھے بے خود بنا دیتی ہے اور وہ ہر وقت مجھے اپنی محبت کی شراب کے جام سے مست رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ہر قدم، اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ، وقت کا پل پل، جسم کا ذرہ ذرہ، بدن کا رُواں رُواں اور خون کا قطرہ قطرہ اللہ تعالیٰ کے بعد عشقِ رسول ؐ میں جھونکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی یاد میں آپؑ فرماتے ہیں:

مِنْ ذِکْرِ وَجْھِکَ یَا حَدِیْقَۃَ بَھْجَتِیْ لَمْ اَخْلُ فِیْ لَحْظٍ وَّ لَا فِیْ اٰنِ

اے میرے گلستانِ دل! میں کسی لمحے اور کسی آن بھی تیرے ذکر سے خالی نہیں رہا۔

یہ آپؑ کے صرف دعوے یا کوئی شاعرانہ اظہارات نہ تھے بلکہ آپؑ کی زندگی عشقِ رسول ﷺ کی عملی تصویر تھی۔ آپؑ نے اپنے اس عشق کے عملی تقاضوں اور اس کی سچائیوں کے تقاضوں کو کس طرح نبھایا، اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

”وَمِنْ آیَاتِ صِدْقِیْ اَنَّہٗ تَعَالٰی وَفَّقَنِیْ بِاتِّبَاعِ رَسُوْلِہٖ وَ اقْتِدَاءِ نَبِیِّہٖ ﷺ۔ فَمَا رَأَیْتُ اَثَرًا مِنْ اٰثَارِ النَّبِیِّ اِلَّا قَفَوْتُہٗ، وَلَا جَبَلًا مِنْ جِبَالِ الْمُشْکَلَاتِ اِلَّا عَلَوْتُہٗ، وَاَلْحَقَنِیْ رَبِّیْ بِالَّذِیْنَ ھُمْ یُنْعَمُوْنَ۔

(آئینۂ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 483)

کہ میری سچائی کے نشانات میں سے ایک نشان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رسول کی اتباع اور پیروی کی توفیق دی ہے۔ میں نے آثارِ نبویہ میں سے کوئی اثر نہیں دیکھا مگر میں نے اس کی پیروی کی ہے اور مشکلات کے ہر پہاڑ کو سر کیا ہے اور میرے ربّ نے مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملا دیا ہے جن پر اس نے اپنے انعامات کئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امّت میں آنے والے مہدی کے بارہ میں فرمایا تھا: خُلُقُہٗ خُلُقِی۔ (کنز العمال) کہ اس کا خُلق، سیرت اور اوصاف میرے والے ہوں گے۔

پس ذاتی طور پر جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے پورے شعور کے ساتھ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ہر فعل اور عمل میں ایسی پیروی کی ہے، اس کی نظیر بھی تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، آپؑ کی کتابِ سیرت کا ایک ایک ورق سیرتِ محمدی ؐ کا عکس پیش کرتا ہے اور یہ

محض دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ اس حقیقت پر اُن لوگوں نے بھی شہادتیں پیش کی ہیں جو آپؑ کی جماعت میں تو داخل نہ ہوئے مگر آپؑ کی سیرت و اخلاقِ فاضلہ سے واقف تھے۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور اور نامور ادیب جناب نیاز فتح پوری ایڈیٹر رسالہ ''نگار'' لکھنؤ نے لکھا:

''بانیٔ احمدیت کے متعلق میرا مطالعہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب کی سیرت، ان کی تعلیمات، ان کی دعوتِ اصلاح، ان کی تفہیماتِ قرآنیہ، ان کے عقائد ی نظریئے اور ان کے تمام عملی کارناموں کو سمجھنے کے لئے کتنا زمانہ درکار ہوگا کیونکہ ان کی وسعت و ہمہ گیری کا مطالعہ ''قلزم آشامی'' چاہتا ہے۔ اور یہ شاید میرے بس کی بات نہیں۔ تاہم اگر اس وقت تک کے تمام تا ثرات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر مجبور کیا جائے تو میں بلا تکلّف کہہ دوں گا کہ ''**وہ بڑے غیر معمولی عزم و استقلال کا صاحب فراست و بصیرت انسان تھا جو ایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کا دعویٰ تجدید و مہدویت کوئی پادَرہوَا بات نہیں تھی۔**'' اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاق اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اسوۂ نبی کا پرتَو کہہ سکتے ہیں۔'' (رسالہ نگار لکھنؤ ماہ نومبر 1959ء)

شمس العلماء جناب مولانا سید میر حسن صاحب مرحوم جو ڈاکٹر سر محمد اقبال کے استاد تھے فرماتے ہیں:

''حضرت مرزا صاحب 1864ء میں بتقریبِ ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ چونکہ آپ عزلت پسند اور پارسا اور لغو سے مجتنب تھے اس لئے عام لوگوں کی ملاقات جو اکثر تضیعِ اوقات کا باعث ہوتی ہے آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔'' (سیرت مہدیؑ۔ حصّہ اوّل صفحہ 154)

سید میر حسن صاحب اپنے ایک اور بیان میں فرماتے ہیں:

''حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پُر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے۔ عمرا نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔'' (سیرت المہدی۔ حصّہ اوّل صفحہ 272)

مشہور مسلم لیڈر مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار کے والد ماجد سراج الدین صاحب مرحوم کی شہادت ہے کہ:

''مرزا غلام احمد صاحب 1860ء یا 1861ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرّر تھے اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبارِ ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔''

(اخبار زمیندار مئی 1908ء)

(سن اور عمر کے تعیّن میں منشی صاحب موصوف کو غلطی لگی ہے۔ اصل میں یہ واقعہ 1864ء تا 1868ء کا ہے۔ ناقل)

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے دوستوں میں سے تھے مگر آپؑ کے دعوئے مأموریت کے بعد آپؑ کے شدید معاند ہو گئے۔ انہوں نے حضرت اقدسؑ کی کتاب ''براہینِ احمدیہ'' پر تقریباً پونے دو سو صفحات پر مشتمل ریویو لکھا۔ اس ریویو میں سے چند فقرات ہدیۂ قارئین کئے جا رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہُ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اِمْرًا اور اس کا مولّف بھی اسلام کی مالی و جانی، وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم از کم کوئی ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفینِ اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور وشور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی، قلمی ولسانی کے علاوہ مالی نصرت کا بیڑا اٹھا لیا ہو۔ اور مخالفینِ اسلام ومنکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجودِ الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اس کا تجربہ ومشاہدہ کرے اور اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوامِ غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو۔ مولّف براہینِ احمدیہ نے مسلمانوں کی عزّت رکھ دِکھائی ہے اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدّی کی ہے اور یہ منادی اکثر رُوئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقّانیت میں

شک ہو وہ ہمارے پاس آئے۔'' (اشاعۃ السنّہ جلد 6)

پھر وہ تحریر کرتے ہیں کہ:

''مولّف براہین احمدیہ مخالف اور موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے وَ اللّٰہُ حَسِیْبُہٗ شریعتِ محمدؐیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد 7 نمبر 9)

30 مئی 1908ء کے اخبار وکیل میں ایک مقالہ ایڈیٹر صاحب کے قلم سے چھپا۔ اس میں آپ لکھتے ہیں:

''کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبّہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق وعادات اور پسندیدہ اطوار اور کیا بلحاظ خدمات وحمایت دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔'' (اخبار ''وکیل'' امرتسر۔ 30 مئی 1908ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تم کوئی عیب، افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اُس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میرے سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے؟ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ دلیل ہے۔'' (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 64)

خدا تعالیٰ تو ''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' کو عدم جنون کی دلیل ٹھہراتا ہے۔ صفاتِ حسنہ واخلاقِ عالیہ کا جو نمونہ دعوئے مأموریت سے پہلے اُس مدعی کی ذات سے ظاہر ہوتا ہو جس پر مخالف و موافق لوگ تجربے اور مشاہدے کی رُو سے شاہد ہوں، اور کیریکٹر کے لحاظ سے اُس کے دامن پر کوئی چھوٹا سا دھبّہ بھی نہ ہو تو اِسے قرآن کریم اُس کے دعوے کی سچائی کی دلیل قرار دیتا ہے اور قرآن کریم نے اسے آنحضرت ﷺ کے دعوے کی صداقت کے ثبوت کے لئے پیش فرمایا ہے کہ ''فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ'' (یونس 18): کہ اس دعوے سے پہلے میں تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں۔ پس کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بازی کو اُن لوگوں پر الٹا دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو دعوے کے بعد مجنون قرار

دے کر آپؑ کی صداقت کو دھندلانا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اُنہیں بے عقل ثابت کیا ہے کہ وہ شخص جو دعوے سے پہلے تمہارے اندر ایک راستبازی سے بھرپور اور اخلاقِ عالیہ سے معمور لمبی زندگی گزار چکا ہے اُسے مجنون اور پاگل کہنے والا یقیناً خود عقل سے عاری ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور اخلاق کے بارہ میں مذکورہ بالا شہادتیں اسی قرآنی دلیل کو آپؑ کی ذات میں انتہائی کمال کے ساتھ ثابت کرتی ہیں اور یہ بھی ثابت کرتی ہیں آپؑ پر جنون وغیرہ کا الزام لگانے والے خود عقل کے اندھے اور دماغی لحاظ سے مشکوک ہیں۔ (خدا تعالیٰ اس حقیقت کو یقین میں بدلنے کے کس طرح سامان فرماتا ہے۔ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں)۔

”ذہنی طور پر بیمار آدمی“

پاکستان کے لوگ جانتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب ایک ڈرامہ خیز معروف عالم دین ہیں اور مخصوص حلقہ میں ”علّامہ“ بھی کہلاتے ہیں۔ پاکستان عوامی تحریک کے چیئرمین بھی ہیں۔ان کی رہائش گاہ بمقام بلاک ایم ماڈل ٹاؤن لاہور پر 21/اپریل 1990ء کی رات ایک بج کر پندرہ منٹ پر فائرنگ کا ایک پراسرار واقعہ پیش آیا۔اس واقعہ کی مکمل تحقیقات کے بعد ہائی کورٹ لاہور کے فاضل جج جناب جسٹس اختر حسین صاحب نے 8/اگست 1990ء کو جو فیصلہ سنایا اُس کا متن روزنامہ ”خبریں“ کی 17/مارچ 1998ء کی اشاعتِ خاص میں حسبِ ذیل جلی سرخیوں کے تحت شائع کیا گیا۔

”اپنی شخصیت کو خاص رنگ دیتے ہیں۔اس ذہنی ساخت کی حامل شخصیت سے ہر چیز ممکن ہے۔“ اور ”طاہر القادری ذہنی طور پر بیمار آدمی ہے“

اس متن میں سے چند امور قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔جو یقیناً ان کی دلچسپی کا موجب ہوں گے۔لیکن واضح رہے کہ ان امور کو پیش کرنے سے یہاں ہماری غرض کسی کی دلچسپی نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ مامور من اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر استہزاء کرنے والے خود کس دَنی اور دُنی ذہنیت کے پست کردار اور جھوٹے لوگ ہیں۔دین کو دنیا طلبی اور صادقوں کی تکذیب کے لئے استعمال کرنے والے ”ذہنی طور پر بیمار“ لوگ ہیں۔اسی طرح یہاں یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ جب یہ خدا تعالیٰ کے مامور کی شان میں گستاخی کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی تقدیر اُن کی گستاخیاں اُنہی کے منہ پر مارتا ہے اور اُن کی تشہیر کے سامان کرتا ہے۔وہ فرماتا ہے: ”اَللّٰہُ یَسۡتَہۡزِئُ بِہِمۡ وَ یَمُدُّ ھُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یَعۡمَھُوۡنَ“ (البقرہ:16) اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کے استہزاء کی سزا دیتا ہے اور اُنہیں اپنی سرکشیوں میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد فیصلہ کے تفصیلی متن میں سے پہلے نام نہاد فائرنگ کے بارہ میں ہائی کورٹ کے فاضل

جج جسٹس اختر حسین صاحب کے بیان ملاحظہ فرمائیں جو ناواجب طوالت کے خوف سے اختصار کے ساتھ ہم اپنے الفاظ میں پیش کر رہے ہیں ۔ مگر ساتھ اخبارات کے عکس بھی پیش کر رہے ہیں تا کہ قارئین اگر ان تفصیلات کو دیکھنا چاہیں توان کے لئے آسانی ہو ۔

۞ سوال یہ تھا کہ کیا طاہر القادری کی رہائش گاہ پر گولیاں برسانے کا عمل انہیں قتل کرنے کی ایک کوشش تھی؟

گواہی کے مطابق ان کے گھر کے گیٹ پر دو مسلّح محافظ بھی موجود تھے جو اتفاق سے فائرنگ کرنے والوں کو نہ دیکھ سکے ۔ یہ دعویٰ کیا گیا کہ حملہ اچانک گھر کے عقب سے متصلہ گھر (B 261) کے غسل خانے کی چھت سے کیا گیا ۔ چھوٹے سے غسل خانے کی چھت سے 22 عدد خول اکٹھے کر کے دِکھائے گئے ۔ نیز اس جگہ خون کی ایک خاصی مقدار بھی پائی گئی اور حملہ آوروں کے پاؤں کے نشانات متّصلہ گھروں یعنی A-262 اور B-263 کی طرف جاتے ہیں ۔

۞ طاہر القادری نے خود بھی دس عدد خول پولیس کو مہیّا کئے ۔ اگر طاہر القادری کی رہائش گاہ، بالخصوص اُن کی خواب گاہ پیش نظر ہو تو متّصلہ گھروں کے غسل خانوں کی چھتوں سے ان کی خواب گاہ کو نشانہ بنانا ممکن نظر نہیں آتا کیونکہ دونوں مقامات کے درمیان فاصلہ کافی ہے ۔ نیز یہ کہ ان کی خواب گاہ اُن کے مکان کے صحن اور باورچی خانہ کی اوٹ میں ہیں ۔ خصوصاً لاؤنج اور خواب گاہ کی دیوار جس کے پار وہ سو رہے تھے، بالکل اوٹ میں ہیں ۔

۞ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور فورنزک سائنس لیبارٹری کے انچارج نے متعلّقہ معاملہ کا گہری نظر سے جائزہ لیا تو اُنہوں نے یہ انکشاف کیا کہ طاہر القادری نے بذاتِ خود ان جگہوں کی نشاندہی کی، جہاں جہاں گولیاں لگیں ۔ رہائش گاہ کے اندر انیس 19 تعداد تھی جبکہ بقیہ تین بیرونی مقابل کی دیوار پر ثبت تھیں ۔ انہوں نے یہ بات بھی بتائی کہ گولیوں کے تین نشانات بیرونی دیوار کے باہر کی طرف تھے اور چار نشانات باورچی خانے کی بیرونی دیوار پر تھے ۔ بقیہ وہ نشانات جو طاہر القادری کی خواب گاہ کی دیوار اور دروازے پر موجود ہیں وہ گولیوں کے نشان نہیں ہیں ۔ اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے سپرٹنڈنٹ پولیس نے بتایا کہ وہ گولیاں جو متّصلہ گھر کے غسل خانے کی چھت سے چلائی گئیں ۔ .... وہ تو اس قابل نہیں تھیں کہ لاؤنج میں داخل ہو سکتیں ۔ چہ جائیکہ وہ طاہر القادری کی خواب گاہ کو جا لگتیں ۔ سپرٹنڈنٹ پولیس نے لاؤنج کی اندرونی چھت پر ایک نشان دیکھا جو اُس کے اندازے کے مطابق ملحقہ مکان کے غسل خانے کی چھت پر سے چلائی جانے والی گولی کا نہیں ہو سکتا تھا ۔ وہ شیشے پر چلائی جانے والی

ایک گولی کا نمونہ یہ ظاہر کرنے کے لئے ساتھ لایا کہ وہ فرق واضح کیا جا سکے جو طاہر القادری کی کھڑکی کے شیشے پر بنائے گئے نشان اور اصلی گولی کے نشان میں ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ طاہر القادری کی کھڑکی پر نشان مصنوعی تھا۔

۞ مذکورہ بالا 22 نشانوں میں سے صرف سات / آٹھ (7/8) نشان ایسے تھے جن کو آتشین اسلحہ کا نشان کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ کلاشنکوف گولیوں کی باڑھ بہر حال نہیں تھی۔ بلکہ ایک ایک کر کے چلائی ہوئی گولیاں تھیں۔ حالانکہ حقیقت ہے کہ حملہ آور کبھی یکے بعد دیگرے ایک ایک گولی چلانے پر اکتفا نہ کرتا اور رات کے آڑے وقت میں اسے 28/27 گولیاں چلانے اور 7.62 قسم کے جدید ہتھیار کی میگزین خالی کرنے کی جلدی تھی۔ **پس یہ فائرنگ محض ایک ڈھونگ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔** علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ موقع واردات سے بہت کم تعداد میں خول ملے۔ 22 میں سے 10 خول تو خود طاہر القادری نے فراہم کئے۔ یہ 22 خول غسل خانے کی چھت سے جمع کئے گئے تھے۔ طاہر القادری کے گواہ قدرت اللہ (پی ڈبلیو 1) نے بتایا کہ خود اُس نے تین میگزین خالی کئے اور ہر میگزین میں 27 گولیاں تھیں۔ گویا اُس نے جو گولیاں چلائیں اُن کی تعداد 81 بنتی ہے۔ اس کے برعکس پولیس نے موقع پر صرف 22 خول جمع کئے اور یہ 81 گولیوں کی تعداد سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔ پس یہ اختلافِ تعداد بذاتِ خود طاہر القادری کے جھوٹ کا پول کھول رہا ہے۔

۞ طاہر القادری کا جھوٹ اس بات سے بھی کھل گیا ہے کہ دس 10 عدد خول جو اُنہوں نے پولیس کو پیش کئے اُن میں سے چار 4 کو فورنزک ایکسپرٹ نے طاہر القادری کی کلاشنکوف سے متعلق بتایا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حملہ آور نے موقع پر سب خول نہیں چھوڑے۔ مزید برآں چھت پر سے 22 خولوں کی برآمدگی ناممکن تھی کیونکہ فورنزک ایکسپرٹ نے بتایا کہ یہ گولیاں 30 یا 35 فٹ کے فاصلے سے چلائی ہوئی لگتی تھیں۔ اس چھوٹے سے غسل خانے کی چھت 9x7 فٹ کی ہے۔ اس چھت سے چلائی جانے والی گولیاں حملہ آور کے دائیں طرف 35 فٹ کے فاصلے پر جا تیں۔ یعنی یہ ملحقہ مکان کے صحن میں جا کر گرتیں اور ان میں سے کوئی گولی بھی چھت پر نہ ملتی۔ اس لئے انہیں چھت پر سے برامد کرنا تکنیکی طور پر غلط ہے۔

۞ یہ بات بھی طاہر القادری کے جھوٹ کا ثبوت ہے کہ چھت پر سے خاص مقدار میں خون ملا اور پھر اُس خون کے نشانات کی لکیر ساتھ کے دو تین مکانوں تک چلتی گئی۔ کیمیائی تجربے کرنے والوں نے بتایا کہ وہ خون جما ہوا نہیں تھا

۔جو اس بات کی دلیل ہے کہ **وہ خون مصنوعی تھا جو ادویات یا کیمیائی اجزاء سے بنایا گیا تھا**۔علاوہ ازیں، تین مکانوں تک جانے والے خون کے نشانات اتنے طویل تھے کہ کوئی زخمی شخص اپنے پیچھے اتنی دور تک ایسے نشانات نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ اُسے بہر حال جلدی فرار ہونا ہوتا ہے۔

۞ یہ امر بھی طاہر القادری کے جھوٹا ہونے پر دالّ ہے کہ مکان نمبر 261 سے باہر نکلنے کا آسان ترین رستہ تو اُس کا صدر دروازہ تھا لیکن فرار ہونے کے لئے زخمی شخص اور دیگر حملہ آور اُس دروازے کو چھوڑ کر متعدد مکانوں کو کیوں پھلانگتے چلے گئے۔ **یہ غیر معمولی بات بھی طاہر القادری کی کہانی کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔**

۞ یہ تحقیق بھی کی گئی کہ ان دنوں مختلف مقامی ہسپتالوں میں کہیں کوئی شدید زخمی داخل ہوا یا نہیں؟ لیکن باوجود شدید کوشش کے پولیس مقامی ہسپتالوں میں کسی شدید زخمی کے داخلے کا سراغ نہ لگا سکی۔ جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ **خون بھی جعلی تھا، زخمی بھی کوئی نہیں ہوا اور واقعہ بھی جھوٹا تھا۔**

۞ قرب و جوار میں رہنے والے لوگوں سے بھی تحقیقات کی گئیں۔ اس سلسلہ میں ملحقہ مکان B 261 ماڈل ٹاؤن ایکس ٹینشن لاہور کے مالک سے بھی پوچھ گچھ کی گئی۔ اس شخص کے مکان کے غسل خانے کی چھت سے طاہر القادری کے مکان پر مبیّنہ طور پر گولیاں چلائی گئی تھیں۔ اُس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ مذکورہ وقت پر بندوق کی گولیاں چلی تھیں۔ تاہم اُس نے کہا کہ اُس نے غسل خانے کی چھت سے کسی کو گولیاں چلاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پس اگر گولیاں سوا ایک بجے سے سوا دو بجے تک چلتی رہی تھیں تو اس آبادی کے باشندگان اور بالخصوص ملحقہ مکان کے مالک تو حملہ آوروں کو ضرور دیکھتے۔ **پس یہ امر بھی اس واقعہ کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔**

۞ فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اور بھی کئی شواہد پیش کئے جن سے یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وقوعہ حقیقی نہ تھا۔ یہ شہادت بھی پیش کی گئی کہ طاہر القادری اور اُن کے رُفقاء نے ایک ہتھیار بردار جلوس نکالا تھا اور .... ان کے لائسنس منسوخ کرنے کا معاملہ چل رہا تھا۔

ایڈووکیٹ جنرل کی رائے میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ اسلحہ لائسنسوں کو بچانے کے لئے بھی متذکرہ واقعہ کا ڈھونگ رچایا گیا۔ اس وقوعہ کو عمل میں لانے کی دوسری وجہ شہرت اور تشہیر حاصل کرنا بھی ہے جس کے طاہر القادری شدید خواہشمند ہیں۔ اس تفصیل کے بعد فاضل جج اپنا حتمی فیصلہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''بیان کردہ فائرنگ حقیقی واقعہ نہیں تھا۔ مسٹر قادری کا نقصان ان کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔''

یہ مکمل رئیداد روزنامہ ''خبریں'' لاہور، کی 17 مارچ 1998ء کی اشاعتِ خاص میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہاں پیش کیا گیا ہے۔ بعد ازاں یہ ساری داستان کینیڈا سے شائع ہونے والا کثیر الاشاعت اخبار ''پاکستان پوسٹ'' کی سال 2007 کی ماہ اگست وستمبر کی اشاعتوں میں بھی پوری تفصیل کے ساتھ قسط وار شائع ہو چکی۔ اس کارروائی سے اظہر من الشّمس ہے کہ طاہر القادری صاحب نے کس طرح فائرنگ کا ایک ڈھونگ رچایا۔ پھر اس کا مقدّمہ دائر کیا اور بالآخر عدالت نے مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر یہ ثابت کر دیا کہ فائرنگ کا واقعہ کوئی حقیقی واقعہ نہیں تھا۔ یعنی انہوں نے محض جھوٹ کی بنیاد پر اپنی سستی شہرت کے حصول کے لئے سراسر ایک جھوٹا ڈرامہ کھیلا تھا جس کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ ؎

نام بھی کذّاب اس کا دفتروں میں رہ گیا
اب مٹا سکتا نہیں یہ نام تا روزِ شمار

۞ جسٹس اختر حسین صاحب کے فیصلے کے مکمل متن میں فائرنگ کے جھوٹے واقعہ کی حقیقت کے علاوہ بعض مزید حقائق سے بھی پردہ اُٹھایا گیا ہے۔ جن سے یہ قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ طاہر القادری صاحب نہ صرف یہ کہ جھوٹے ہیں بلکہ بہت ہی پست کردار کے آدمی ہیں۔ مذہب کے لئے ننگ اور علمِ دین کی رسوائی کا باعث ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا اخبار ''خبریں'' کی خصوصی اشاعت میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

۞ مفتی غلام سرور قادری، جی ڈبلیو 14 نے اپنے بیان میں کہا کہ مسٹر قادری قرآن پاک کی آیات مبارکہ کا ترجمہ غلط کرتے رہے ہیں اور یوں انہوں نے خدائے عظیم وبرتر پر کذب باندھا۔

۞ انہوں نے کہا کہ مسٹر قادری احادیث مبارکہ کا ترجمہ بھی غلط کرتے ہیں۔

۞ غلام سرور قادری نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ طاہر القادری قادری نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے اپنے ادارے (ادارہ منہاج القرآن) میں زیر تعلیم طلبہ کی تعداد بارہ ہزار بتائی جبکہ وہاں صرف سوڈیڑھ سو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۞ انہوں نے ایک بار جمعہ کی نماز میں 45 منٹ تاخیر کردی کیونکہ اس روز صدر ضیاء الحق اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آرہے تھے جہاں قادری صاحب خطیب تھے لیکن اگلے جمعہ میں اس دانستہ تاخیر سے مسٹر قادری مُکر گئے۔

۞ انہوں نے پہلے ایک خاتون کے حکمران ہونے کی مذمّت کی لیکن بعد ازاں اپنے بیان کے برعکس کردار ادا کیا۔ ایک گواہ نے انکشاف کیا کہ جناب قادری صاحب کے پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت کے ساتھ بے تکلفانہ تعلقات تھے۔

۞ میاں نواز شریف اور اُن کے خاندان، جس نے ان (قادری صاحب) کی ذات اور ان کے ادارے پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا کے اس احسان کا بدلہ جس انداز سے انہوں نے دیا وہ بھی قابلِ مذمّت ہے۔

۞ ملک فیض الحسن، جی ڈبلیو 15، نے جن کے مسٹر قادری کے ساتھ گہرے تعلقات رہے ہیں اور جنہوں نے ادارہ منہاج القرآن کی تشکیل و تعمیر میں بنیادی کردار ادا کیا، اپنے بیان میں طاہر القادری کو احسان فراموش، ناشکرا، خود غرض، جھوٹا، دولت کا پجاری، خود پرست اور شہرت کا بھوکا انسان قرار دیا ہے۔

انہوں نے اپنے بیان میں تفصیل کے ساتھ کہا کہ کس طرح انہوں نے طاہر القادری کی ابتدائی دنوں میں مدد کی۔

۞ میاں محمد شریف...... نے طاہر القادری کے بیرونِ ملک علاج و معالج پر بھاری رقم خرچ کی۔

۞ بھارت میں ان کی اہلیہ کا علاج کرایا۔

۞ انہیں سیمنٹ کی ایجنسی نہ صرف لے کر دی بلکہ اس کے لئے نقد روپیہ بھی فراہم کیا۔

۞ یہ "نوازشات" ان کے ادارے کو دی جانے والی ایک سو اسّی (180) کنال اراضی کے علاوہ ہیں۔

۞ انہوں نے اس بات کی شدید مخالفت کی کہ طاہر القادری پر سیاسی بنیادوں پر حملہ کیا گیا ہے۔

۞ انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ طاہر القادری سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے بیقرار تھے۔ سیاست میں آنے کا انہیں انتہائی شوق تھا اور یہ کہ مذہب سے ان کی محبّت محض ایک ڈھونگ ہے۔

۞ آخر میں انہوں نے کہا کہ ان کی رہائش گاہ پر ہونے والی فائرنگ ان کے ذہن کی اختراع ہے تا کہ اس طرح شہرت حاصل کی جاسکے۔

۞ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے کس انداز سے پیسہ اکٹھا کیا، ان ایسے عالم دین سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ان کی شاندار تعلیم، پیشہ وارانہ تفوق اور اُبھرتے ہوئے عالم کی حیثیت تو ایک طرف، لیکن ان کے کردار کا یہ پہلو کمزور ہے جو اُن ایسی مذہبی شخصیّت سے کسی طرح بھی مطابقت نہیں رکھتا۔

۞ وہ اپنے معاملات میں ملک فیض الحسن پر انحصار کرتے تھے، مکان کا کرایہ تک اُن کی طرف سے ادا ہوتا تھا۔

۞ میاں محمد شریف ایسے سرمایہ دار کی مدد سے انہوں نے گھر خریدا، اپنے بیٹوں کے لئے سیمنٹ کی ایجنسی حاصل کی۔ اسے چلانے کیلئے ان کی مدد سے سیمنٹ خریدا۔........ ان (یعنی میاں شریف) کی گاڑیاں استعمال کرتے رہے۔ ان سے قرضہ بھی حاصل کیا۔

۞ مفادات کے حصول کیلئے یوں لگتا ہے جیسے طاہر القادری نے جھکنا نامناسب خیال نہ کیا۔

۞ طاہر القادری کا رویہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں ان احسانات کی قطعی کوئی پرواہ نہیں۔ ان کے رویےّ اور بیان میں شکر گزاری اور احسان شناسی کا قطعی کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ اس کی بجائے ان کے (طاہر القادری) اور میاں محمد شریف کے درمیان (ان کے بیانات کی روشنی میں یوں لگتا ہے جیسے) سخت دشمنی اور عناد کا پہلو نمایاں ہے۔ سانحہ کی کاروائی کا یہ ''پس منظر'' تھا اور کسی بھی شخص سے زیادہ طاہر القادری اس کی تخلیق کے ذمّہ دار ہیں۔

۞ **مسٹر قادری ذہنی طور پر ایک بیمار آدمی ہیں۔**

۞ **طاہر القادری اپنے مخصوص خوابوں کو بیان کرنے کیلئے بیقرار رہتے ہیں۔ یہ ان کی غیر صحت مندانہ ذہن کی عکاسی کرتا ہے، اس ذہنی ساخت کی حامل شخصیّت سے ہر چیز ممکن ہے۔**

قارئین کرام! عدالتِ عالیہ نے طاہر القادری صاحب کا، اُن کی حرکتوں کا، اُن کے مکروں کا، اُن کے جھوٹ کا اور ان کے دماغ کا جو پوسٹ مارٹم کیا ہے اُس کو یہاں پیش کرنے کی ہمیں چنداں ضرورت نہ تھی۔ ہم کسی کی کردار کشی نہیں چاہتے لیکن مجبوری یہ تھی کہ ان حقائق کو پیش کئے بغیر یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ شخص جو مکذّبینِ انبیاءؑ کی راہ پر قدم مارتا ہے اور مامورِ زمانہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام پر جنون کا الزام لگاتا ہے، وہ خود کیسا ''عقلمند'' ہے؟ اور اُس کی ذہنی ساخت کیا ہے؟ وہ ذہنی طور پر کتنا صحت مند ہے؟ اور ایسی ذہنی ساخت کے شخص سے کیا کچھ ممکن نہیں؟

الغرض تمام حقائق وشواہد جو عدالتِ عالیہ نے پیش کئے ہیں یہ ثابت کرتے ہیں کہ اُن میں ملک فیض الحسن

صاحب (جی ڈبلیو 15) نے ان کی جو صفات شمار کی ہیں (جو گزشتہ سطور میں مذکور ہیں) وہ درست ہیں اور ان پر مستزاد یہ کہ وہ ذہنی طور پر بیمار آدمی ہیں۔ طاہر القادری صاحب کی خوابوں کے مصنوعی انداز ہی ثابت کرتے ہیں کہ جو الزام وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر لگانا چاہتے تھے وہ خود ان کی اپنی ذات پر ثابت ہے۔ باقی سستی شہرت کی بھوک، سیاست کے جھوٹ، دولت کی ہوس وغیرہ وغیرہ ایسی ذلّتیں ہیں جو نوشتۂ تقدیر ہیں۔

یہ کیوں نوشتۂ تقدیر ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر دی تھی: ''اِنّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ'' کہ جو تیری اہانت کا ارادہ کرے گا میں اسے ذلیل کر دوں گا۔ چنانچہ آپؑ کی جماعت کی گزشتہ 125 سالہ تاریخ اس تقدیر کی یہ قطعی گواہی پیش کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی توہین کا ارادہ کرنے والے ہر شخص کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی ایک زندہ گواہی طاہر القادری صاحب کی ذلّت واہانت نے بھی مہیّا کر دی جو پاکستان کی عدالت میں ریکارڈ ہے۔ جو الزام وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دینا چاہتے تھے، وہ تو آپؑ پر کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے خود انہی کے بارہ میں حقیقت کے طور پر اور حق طور پر الٹا کرا اور ثابت کروا کے عدالت کے ریکارڈ میں درج کروایا کہ ''**مسٹر قادری ذہنی طور پر ایک بیمار آدمی ہیں**'' پس ہے

'یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار'

۞۞۞۞۞

آخری بات

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" یہ بھی سنت اللہ ہے کہ ہر ایک شخص جو خدا کی طرف سے آتا ہے بہت سے کوتہ اندیش ناخدا ترس اس کی ذاتیات میں دخل دے کر طرح طرح کی نکتہ چینیاں کیا کرتے ہیں۔ کبھی اس کو کاذب ٹھہراتے ہیں کبھی اس کو عہد شکن قرار دیتے ہیں اور کبھی اس کو لوگوں کے حقوق تلف کرنے والا اور مال خور اور بد دیانت اور خائن قرار دیدیتے ہیں کبھی اس کا نام شہوت پرست رکھتے ہیں اور کبھی اس کو عیّاش اور خوش پوش اور خوش خور سے موسوم کرتے ہیں اور کبھی جاہل کر کے پکارتے ہیں۔ اور کبھی اس کو ان صفت سے شہرت دیتے ہیں کہ وہ ایک خود پرست متکبّر بدخلق ہے۔ لوگوں کو گالیاں دینے والا اور اپنے مخالفین کو سبّ وشتم کرنے والا بخیل زر پرست کذّاب دجّال بے ایمان خونی ہے۔ یہ سب خطاب ان لوگوں کی طرف سے خدا کے نبیوں اور مامورین کو ملتے ہیں جو سیاہ باطن اور دل کے اندھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی یہی اعتراض اکثر خبیث فطرت لوگوں کے ہیں کہ اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو رغبت دی کہ تا وہ مصریوں کے سونے چاندی کے برتن اور زیور اور قیمتی کپڑے عاریتاً مانگیں اور محض دروغگوئی کی راہ سے کہیں کہ ہم عبادت کے لئے جاتے ہیں چند روز تک تمہاری یہ چیزیں لا کر دیں گے اور دل میں دغا تھا۔ آخر عہد شکنی کی اور جھوٹ بولا اور بیگانہ مال اپنے قبضہ میں لا کر کنعان کی طرف بھاگ گئے ۔ اور درحقیقت یہ تمام اعتراضات ایسے ہیں کہ اگر معقولی طور پر ان کا جواب دیا جائے تو بہت سے احمق اور پست فطرت ان جوابات سے تسلّی نہیں پاسکتے اس لئے خدا تعالیٰ کی عادت ایسے نکتہ چینوں کے جواب میں یہی ہے کہ جو لوگ اس کی طرف سے آتے ہیں ایک عجیب طور پر ان کی تائید کرتا ہے اور متواتر آسمانی نشان دکھلاتا ہے یہانتک کہ دانشمند لوگوں کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اگر یہ شخص مفتری اور آلودہ دامن ہوتا تو اس قدر اس کی تائید کیوں ہوتی۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا ایک مفتری سے ایسے پیار کرے جیسا کہ وہ اپنے صادق دوستوں سے پیار کرتا رہا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًاo لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ (الفتح 3،2) یعنی ہم نے ایک فتح عظیم جو ہماری طرف سے ایک عظیم الشان نشان ہے تجھ کو عطا کی ہے۔ تاہم وہ گناہ جو تیری طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان پر اس فتح نمایاں کی نورانی چادر ڈال کر نکتہ چینوں کا خطا کار ہونا ثابت کریں۔ غرض قدیم سے اور جب سے کہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام شروع ہوا ہے سنّت اللہ یہی ہے کہ وہ ہزاروں نکتہ چینوں کا ایک ہی جواب دیتا ہے یعنی تائیدی نشانوں سے مقرّب ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ تب جیسے نور کے نکلنے اور آفتاب کے طلوع ہونے سے یکلخت تاریکی دور ہو جاتی ہے ایسا ہی تمام اعتراضات پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ میری طرف سے بھی خدا یہی جواب دے رہا ہے۔‘‘

(اربعین نمبر 4۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 448 تا 451)

وَآخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۞۞۞۞۞

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار
(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم)

اشاعتِ خاص

SPECIAL EDITION

اپنی شخصیت کو ایک خاص رنگ دیتے ہیں، اس ذہنی ساخت کی حامل شخصیت سے ہر چیز ممکن ہے

طاہر القادری ذہنی طور پر بیمار آدمی ہیں

طاہر القادری پر فائرنگ کے مقدمہ میں لاہور ہائیکورٹ کے جج مسٹر جسٹس اختر حسین کے فیصلے کا مکمل متن

پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری پر فائرنگ کیس سے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے جج مسٹر جسٹس اختر حسین کے فیصلے کا متن پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ فیصلہ فاضل جج نے 8 اگست 1990ء کو سنایا تھا۔

(1) یہ ایک رکنی ٹریبونل حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن بتاریخ 30 اپریل 1990ء کے مطابق پنجاب ٹریبونلز آف انکوائری آرڈیننس 1969ء کی دفعہ 3 کے تحت قائم کیا گیا۔ ٹریبونل نے اس امر کی تحقیقات کرنی تھی کہ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری جو ایک معروف عالم دین اور پاکستان عوامی تحریک کے چیئرمین ہیں، کی رہائش گاہ بمقام بلاک ایم ماڈل ٹاؤن لاہور پر 21 اپریل 1990ء کو ایک بج کر پندرہ منٹ پر جو پراسرار فائرنگ کا سانحہ پیش آیا، کے پس پشت کون لوگ تھے، فائرنگ کرنے والے نامعلوم افراد کون تھے؟ تفتیش کی حدود کار یہ تھیں:

(i) یہ معلوم کرنا کہ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کی رہائش گاہ پر ہونے والی پراسرار فائرنگ کا پس منظر اور نوعیت کیا تھی؟

(ii) یہ معلوم کرنا کہ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کے باڈی گارڈ / باڈی گارڈوں کی طرف سے کی گئی دفاعی فائرنگ کی نوعیت کیا تھی؟ وہ اس ضمن میں کس حد تک گئے۔

(iii) یہ معلوم کرنا کہ فائرنگ کرنے والے کون تھے اور یہ کہ متذکرہ فائرنگ کا محرک کیا تھا؟

(iv) یہ معلوم کرنا کہ متذکرہ فائرنگ میں علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کی ہلاکت کر سکتا اور کس حد تک نقصان پہنچا۔

یہ خیال کیا گیا کہ چونکہ وہ (طاہر القادری) خود ساختہ رویئے کے تحت کارروائی سے قطع تعلق کر چکے ہیں، اس لئے غالباً وہ عدالت کے سوالات کے جوابات دینے کے لئے رضامند نہیں ہوں گے اور ٹریبونل کے پاس چونکہ توہین عدالت کے ضمن میں انہیں سزا دینے کا اختیار نہیں ہے اور ٹریبونل کے لئے زیادہ مناسب نہ سمجھا گیا کہ ان کے خلاف پنجاب ٹریبونلز آف انکوائری آرڈیننس 1969ء ...... کی دفعہ (4) 5 کے تحت شکایت درج کرے۔

رام کمار بنام شہنشاہ (اے آئی آر 1937ء اودھ 168) کے مقدمے کی مثال پر بھروسہ کرتے

ان کا معیار زندگی ان کے ذرائع آمدن سے غیر متناسب ہے

ہوئے فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے مطالبہ کیا کہ چونکہ وہ مسٹر قادری سے روبرو سوالات مکمل نہیں کر سکے، اس لئے موخرالذکر کے تمام بیانات زیر غور مسئلے سے خارج کر دینے چاہئیں۔ یہ ایک سخت درخواست تھی لیکن اسے مسٹر قادری کی ہٹ دھرمی کے موجب قبول کرنا پڑا۔ نتیجتاً ان کے مکمل بیان کو خارج کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر قادری نے کارروائی میں حصہ لینے سے گریز کیا جبکہ کورٹ نے سولہ گواہوں کو پیش کیا۔ (پی ڈبلیوز 1 تا 16)۔ اس کے علاوہ سی ڈبلیوز بالترتیب ایک تا دو بحیثیت عدالت و عمارتی ماہرین کو بھی جرح کے عمل سے گزارا

اسلامی اور اسلامی جمہوری اتحاد کے ساتھ سیاسی حریفانہ چشمک تھی، اس لئے یہی لوگ ان کے خون کے پیاسے تھے۔

مسٹر قادری نے اپنے ذاتی بیان میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ان کے فقہ جعفریہ کے لوگوں کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں اور یہ کہ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف مباہلہ میں شرکت کی آمادگی ظاہر کرنے کے باوجود انہیں ناراض نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی جمہوری اتحاد اور جماعت اسلامی کے فدائیوں کی طرف سے ان پر حملہ کیا گیا، چونکہ روبرو سوالات کے جوابات دینے سے انکار کرتے ہوئے کارروائی سے بھاگ

گئے تھے، اس لئے رام کمار کے مقدمے کی مثال کے پیش نظر ان کے بیانات کو کوئی اہمیت نہ دی گئی۔

(5) دوسرے مکاتب فکر کے لحاظ سے اس طرح کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں کہ مذہبی معاملات میں مسٹر قادری کے خیالات خاصے مختلف ہیں۔ مفتی غلام سرور قادری، جی ڈبلیو 14 نے اپنے بیان میں کہا کہ مسٹر قادری قرآن پاک کی آیات مبارکہ کا ترجمہ غلط کرتے رہے ہیں اور یوں انہوں نے خدائے عظیم و برتر پر کذب باندھا۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر قادری احادیث مبارکہ کا ترجمہ بھی غلط کرتے ہیں۔ غلام سرور قادری نے اپنے بیان میں مزید

- دی بلکہ اس کے لئے نقد روپیہ بھی فراہم کیا۔ یہ نوازشات ان کے ادارے کو دی جانے والی ایک سو اسی (180) کنال
- اراضی کے علاوہ ہیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ مسٹر قادری سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے بے قرار تھے۔ سیاست میں آنے کا انہیں انتہائی شوق تھا اور یہ کہ
- مذہب سے ان کی محبت محض ایک ڈھونگ ہے۔ انہوں نے اس بات کی شدید مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر
- قادری پر سیاسی بنیادوں پر حملہ کیا گیا ہے کہ ان کی جماعت کی عملی اعتبار سے کوئی شناخت نہیں ہے اور نہ ہی آج تک کسی ممبر پارلیمینٹ نے ان کی جماعت میں شمولیت اختیار کی ہے۔ اختر رسول شروع میں اس جماعت میں شریک ہوئے، لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد اس سے نکل گئے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ انہی بنیادوں پر انہوں نے کسی بھی ضمنی انتخاب میں حصہ نہ لیا اور ان کی طرف سے کھڑے کئے گئے ایک امیدوار کو صرف تین ووٹ
- ملے۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ ان کی رہائش گاہ پر ہونے والی فائرنگ ان کے ذہن کی اختراع ہے تاکہ اس طرح شہرت حاصل کی جا سکے بالخصوص پیپلز پارٹی کے ذریعے!

(6) بدقسمتی سے یہ تمام شہادتیں مسٹر قادری کے بائیکاٹ کی وجہ سے بے چیلنج رد گئیں۔ یہ ان کا نجی فیصلہ تھا۔ ان کی طرف سے پیش کئے گئے عذر نے کم از کم مجھے مطمئن نہیں کیا۔ انہوں نے جلد بازی سے فیصلہ کیا، لیکن متعلقہ معاملے میں اگرچہ ان کے بیانات کو خارج کر دیا گیا، لیکن شہادتوں نے ان کے کردار کو خاصا نقصان پہنچایا۔ ان
- کی طرف سے پیش کئے گئے عذر کے باوجود جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے کس انداز سے پیسہ اکٹھا کیا، ان ایسے
- عالم دین سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ان کی شاندار تعلیم، پیشہ ورانہ تفوق اور ابھرتے ہوئے عالم کی حیثیت تو ایک طرف لیکن ان کے کردار کا یہ پہلو کمزور رہا جوان ایسی

کرنے والوں کو نہ دیکھ سکے۔ یہ دعویٰ کیا گیا کہ حملہ اچانک گھر کے عقب سے کیا گیا اور یہ کہ حملہ آور 261 بی سنبھالے متصل گھر کے غسل خانے کی چھت پر کھڑے تھے۔ جائے وقوعہ کا نقشہ مختلف مقامات کے تعین کے لئے خاصا ممد و معاون ہے۔ چھوٹے سے غسل خانے کی چھت سے 22 عدد خول اکٹھے کر کے دکھائے گئے۔ حتیٰ کہ کہا گیا کہ اس جگہ خون کی ایک خاصی مقدار بھی پائی گئی۔ پاؤں کے نشانات کے بارے میں دعویٰ کیا گیا کہ متصلہ گھروں، 262 اے اور 263 بی کی طرف جاتے ہیں۔

مسٹر قادری نے بذات خود دس عدد خول پولیس

کے حوالے کئے (اگر مسٹر قادری کی رہائش گاہ بالخصوص ان کی خواب گاہ پیش نظر رہے تو یہ یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ متصلہ دونوں گھروں کے غسل خانوں کی چھتوں سے مسٹر قادری کی خواب گاہ کو نشانہ بنایا جا سکے۔ دونوں مقامات کے درمیان خاصا فاصلہ ہے اور یہ بھی کہ وہ مخصوص حصہ ان (قادری صاحب) کے صحن، باورچی خانے سے ڈھکا ہوا ہے، لاؤنج اور سب سے بڑھ کر خواب گاہ کی دیوار جس کے پار وہ سو رہے تھے۔

ملک محمد اشرف، سپرنٹنڈنٹ پولیس اور فورنسک سائنس لیبارٹری کے انچارج (سی ڈبلیو ٹو) کا بیان خاصا تجسس انگیز ہے۔ انہوں نے متعلقہ معاملے کا گہری نظر سے جائزہ لیا۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ مسٹر قادری نے بذات خود ان جگہوں کی نشاندہی کی، جہاں جہاں گولیاں لگیں۔ رہائش گاہ کے اندر انیس تعداد تھی جبکہ بقیہ تین بیرونی مقابل دیوار پر ثبت تھے۔ انہوں نے یہ بات بھی بتائی کہ تین نشانات بیرونی دیوار کے باہر کی طرف تھے اور چار نشانات باورچی خانے کی بیرونی دیوار پر تھے، جو گولیاں لگنے سے ثبت ہو گئے، بقیہ دو نشانات جو مسٹر قادری کی خواب گاہ کی دیوار اور دروازے پر موجود ہیں گولیوں کے نشان نہیں ہیں۔ اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے انہوں نے (ملک محمد اشرف) نے بتایا کہ وہ گولیاں جو حصہ گھر

انہوں نے کھلے عام اس بات کا اظہار کر دیا کہ اگر ان کا مطالبہ نہ مانا گیا تو وہ عدالتی کارروائی کا بائیکاٹ کر دیں گے

28 گولیاں چلانے اور 7.62 قسم کے جدید ہتھیار کی میگزین خالی کرنے کی جلدی تھی۔ اس تاثر کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ موقعہ واردات سے بہت کم تعداد میں خول ملے ہیں۔ 22 میں سے 10 خول تو خود مسٹر قادری نے فراہم کئے۔ یہ 22 خول غسل خانے کی چھت سے جمع کئے گئے تھے۔ مسٹر قادری کے گواہ قدرت اللہ (پی ڈبلیو 1) نے بتایا کہ خود اس نے تین میگزین خالی کئے اور ہر میگزین میں 27 گولیاں تھیں۔ گویا اس نے جو گولیاں چلائیں، ان کی کل تعداد 81 بنتی ہے۔

شخص اپنے پیچھے اتنی دور تک نہیں چھوڑ سکتا اگر اسے جلدی واپس جانا تھا تو خون کی کثیر مقدار میں چھوڑی ہوتی۔ پھر سوال یہ بھی ہے کہ زخمی شخص دائیں طرف دیوار پر دیوار کیوں پھلانگتا چلا گیا۔ مکان نمبر 261 سے باہر نکلنے کا آسان ترین رستہ تو اس کا صدر دروازہ تھا لیکن یہ دروازہ استعمال ہی نہیں کیا گیا۔ اس بات کا جواز بھی درکار ہے کہ حملہ آوروں نے فرار ہونے سے پہلے متعدد مکانوں کو عبور کرنا کیوں مناسب سمجھا۔ یہ غیر معمولی بات اس کہانی کو غیر معتبر کر دیتی ہے۔

(9) اگلا اہم نکتہ یہ ہے کہ کیا مقامی پولیس نے تحقیقات عمل میں لانے میں کوتاہی برتی ہے؟ ایس ایچ او (جی ڈبلیو 1) اور ڈی ایس پی (جی ڈبلیو ٹو) کی شہادت ظاہر کرتی ہے کہ تحقیقات کے معیار پر کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ تھانیدار کو تحریری شکایت مسٹر قدرت اللہ (پی ڈبلیو ٹو) نے دی اور اس نے خواہش کی کہ مسٹر قادری سے بھی اس بارے میں دریافت کیا جائے، لیکن انہوں

سراغ نہ لگا سکی۔ نتیجتاً واقعات کو گھڑنے کی بات درست تھی اور مسٹر قادری کے خلاف رائے کو تقویت ملتی تھی۔

(10) ہم نے قرب و جوار میں رہنے والے لوگوں سے بھی تحقیقات کی۔ اس سلسلے میں ملحقہ مکان نمبر بی 261 ماڈل ٹاؤن ایکس ٹینشن لاہور کے مالک کا معائنہ کیا گیا۔ اس شخص کے مکان کے غسل خانے کی چھت سے مسٹر قادری کے مکان پر مبینہ طور پر گولیاں چلائی گئی تھیں۔ اس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ مذکورہ وقت پر بندوق کی گولیاں چلی تھیں۔ تاہم اس نے کہا کہ میں نے اپنے غسل خانے کی چھت سے کسی کو گولیاں چلاتے ہوئے نہیں دیکھا اگر گولیاں سوا ایک بجے سے سوا دو بجے تک چلتی رہی تھیں تو اس آبادی کے باشندگان اور

وہ خود غرض، دولت کے پجاری، خود پرست اور شہرت کے بھوکے ہیں

بالخصوص ملحقہ مکان کے مالک (جی ڈبلیو 5) تو حملہ آوروں کو ضرور دیکھتے۔ یہ امر بھی اس واقعے کی صداقت کو مشتبہ بناتا ہے۔

(11) مقامی پولیس کی تحقیقات سے غیر مطمئن ہو کر مسٹر قادری نے ایف آئی اے کے پاس ایک اور شکایت درج کرائی۔ مشتاق احمد بنام ایس ایچ او پولیس اسٹیشن مناواں لاہور (پی ایل جے 1984ء کرمنل سی 272 ڈی بی) ایک واقعے کے بارے میں دوسری یا اس کے جوابی درخواست دائر نہیں ہو سکتی۔ مزید برآں سیکشن 3 کو اگر ایف آئی اے ایکٹ 1974 کے شیڈول کے ساتھ پڑھیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ 307 پی پی سی کے کیس میں ایف آئی اے دخل انداز نہیں ہو سکتا۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل کا یہ موقف درست معلوم ہوتا ہے اس کے پاس کیس درج کرانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ صوبائی حکومت سے بالادستی حاصل کریں۔ یہ اقدام معمول کی شکایت کے برعکس سیاسی نوعیت رکھتا ہے۔" تحقیق اگرچہ گواہ (جی ڈبلیو 16) کے مطابق کرائم برانچ ہی کر رہی تھی لیکن متذکرہ تصور بے داغ نہیں ہے۔ پولیس تحقیقات میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ یہ خیال تقویت حاصل کر رہا تھا کہ مسٹر قادری عدم تعاون

کر رہے تھے۔

(12) فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے متعدد دوسرے نکات بھی پیش کئے جن کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ وقوعہ حقیقی نہیں تھا۔ شہادت یہ بھی پیش کی گئی کہ مسٹر قادری اور ان کے رفقاء نے ایک ہتھیار بردار جلوس نکالا تھا اور

(v) (الف) متذکرہ فائرنگ میں ملوث مجرموں کی ... اور صورتحال میں مقامی پولیس اور انتظامیہ کا ...

(ب) یہ معلوم کرنا کہ ہمسایوں میں اگر کوئی ہے ... سانحہ میں کون کون ملوث ہے؟

(vi) یہ معلوم کرنا کہ سانحہ کی تفتیش میں مقامی ... کا رویہ کیا تھا اور یہ کہ پولیس نے کس درجے کی ... سے کام لیا ہے؟

(vii) یہ معلوم کرنا کہ مقدمے کی سفارشات کے ... سے تفتیش کے دوران کس مستعدی سے کام لیا گیا ... یہ کہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی سکیورٹی کور (SECURITY COVER) کے لئے سفارشات میں ... تک خیال رکھا گیا؟

(viii) متذکرہ بالا مسئلے سے متعلق دیگر نکات!

(2) ابتدا میں یہ میرے فاضل بھائی جناب جسٹس ... کریم کو ٹریبونل کی ذمہ داری سونپی گئی۔ انہوں نے ... گواہوں کے بیانات قلمبند کئے۔ (ایک ٹی ڈبلیو اور ... پی ڈبلیوز) جن میں خود مسٹر قادری شامل تھے جبکہ ... چل کر مورخہ 9 جولائی 1990ء کو فاضل

لیا۔ اس سے ... ہدایت کی گئی کہ وہ متعلقہ مسئلے کے حوالے سے بلڈنگ کے حدود اربعہ تعمیر کی صحیح صحیح نشاندہی کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کریں اور یہ کہ مختلف مقامات پر لگنے والی گولیوں کے بارے میں بھی بالتفصیل اظہار خیال کریں۔ شہادتوں کے آخر میں فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے مقدمے کا مکمل جائزہ پیش کیا۔

(4) تحقیقات کا اہم سوال مسٹر قادری کے گھر تام

• کہا کہ مسٹر قادری نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے اپنے ادارے (ادارہ منہاج القرآن) میں زیر تعلیم طلبہ کی تعداد بارہ ہزار بتائی جبکہ وہاں صرف سوڈیڑھ سو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک بار جمعہ کی نماز میں 45 منٹ تاخیر کر دی کیونکہ اس روز صدر ضیاء الحق اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آرہے تھے' جہاں قادری صاحب خطیب تھے۔ لیکن اگلے جمعے ... تاخیر

• وہ اپنے ذاتی مالی معاملات میں ملک فیض الحسن پر انحصار کرتے تھے' مکان کا کرایہ تک ان کی طرف سے ادا ہوتا تھا۔

• میاں محمد شریف اپنے سرمایہ ... سے انہوں نے گھر خریدا' اپنے بیٹوں کیلئے سیمنٹ کی ایجنسی حاصل کی' اسے چلانے کے لئے ان کی مدد سے سیمنٹ خریدا' اپنے علاج کے لئے بیرون ملک گئے اور اہلیہ کا علاج بھارت سے

اور وہ تو اس قابل بھی نہیں تھیں کہ لاؤنج میں داخل ہو سکیں چہ جائیکہ وہ مسٹر قادری کی خواب گاہ کو جا لگتیں۔ اس نے لاؤنج کی اندرونی چھت پر ایک نشان دیکھا' جو اس کے اندازے کے مطابق ملحقہ مکان کے غسل خانے کی چھت پر سے چلائی جانے والی گولی کا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ شیشے پر چلائی جانے والی ایک گولی کا نمونہ یہ ظاہر کرنے کے لئے ساتھ لایا کہ وہ فرق واضح کیا جا سکے' جو

کئے اور یہ 81 گولیوں کی تعداد سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔

(8) مسٹر قادری کا موقف ایک اور وجہ سے بھی متزلزل ہو جاتا ہے۔ دس عدد خول میں سے جو مسٹر قادری نے پولیس کو پیش کئے ان میں سے چار کو فارنسک ایکسپرٹ نے مسٹر قادری کی کلاشنکوف سے متعلق بتایا۔

لوگوں کے بیانات قلمبند کئے اور مجرموں کو ماخوذ کرنے کے لئے ناکہ بندی کے علاوہ پولیس گشت میں اضافہ کر دیا۔ انہوں نے خول جمع کئے' خون آلود زمین حاصل کی' موقع کا نقشہ تیار کیا' الیکٹرک ٹیسٹر حاصل کی اور اس چالان کی تکمیل کے لئے دیگر کارروائی کی لیکن وہ مسلسل شکایت کرتے رہے کہ مسٹر قادری نے ان سے تعاون نہیں کیا۔

اس بات پر اصرار کیا گیا کہ جب میاں محمد شریف نے انہیں دولت کے بے پناہ وسائل فراہم کر دیئے تو مسٹر قادری جو اس میدان میں نہتے تھے' قناعت نہ کر سکے۔ انہوں نے میاں محمد شریف ہی کے خلاف محاذ کھڑا کر دیا' حالانکہ وہ ان کے محسن تھے۔ ان (مسٹر قادری) کا معیار زندگی اچانک بلند ہو گیا ہے اور یہ ان کے ذرائع آمدن سے غیر مناسب ہے۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل کا خیال ہے کہ انہوں نے (مسٹر قادری) نے آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی کے اختلافات کو ایکسپلائٹ کیا اور پی پی پی سے اس کی بہت بڑی قیمت وصول کی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مرکزی حکومت نے آسانی سے ان کی ایف آئی

نواز شریف اور ان کے خاندان نے قادری صاحب کی ذات اور ادارے پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا

آر درج کر لی' حالانکہ وہ جانتے تھے کہ مسٹر قادری کی درخواست ایف آئی اے کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ اس کے علاوہ اس انکوائری میں وکلاء کے اس گروہ کی طرف بھی توجہ دلائی گئی جو مسٹر قادری کی مدد کر رہا تھا۔

راجہ محمد انور ایڈووکیٹ وغیرہ جیسے کئی حضرات دلیل تھے جن کی وابستگیاں پیپلز پارٹی کے ساتھ ڈھکی چھپی نہیں' پھر یہ دلیل لائی گئی کہ پیپلز پارٹی کو اپنی سرگرمیوں میں مذہبی رنگ بھرنے کے لئے کسی مذہبی آدمی کی ضرورت تھیں' جو ان کو جناب قادری کی شکل میں بڑی آسانی سے مل گیا' جو مواقع کے حصول کے لئے اپنی تیزی کے باوجود اسلامی جمہوری اتحاد اور اس کی لیڈر شپ کو ضرور پہنچانے کے مقصد میں پیپلز پارٹی کے بہترین مددگار بن سکتے تھے۔ مندرجہ بالا نکات میں ہر ایک اپنی جگہ کچھ وزن رکھتا ہے اور مقدمہ کے خاص حالات میں انہیں بالکل ہی بے غفلت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان میں سے ہر ایک نکتہ کو جناب قادری کے خلاف نتیجہ خیز بنانے کیلئے مناسب مواد موجود تھا۔ ایک گواہ نے انکشاف کیا کہ جناب قادری کے پاکستان پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت کے ساتھ بے تکلفانہ تعلقات تھے کہ یہ مقدمہ ایک ایسی ایجنسی کے ہاں بھی رجسٹر ہوا جو کہ اختیار سماعت کی مجاز نہ تھی اگرچہ انہیں وکلاء کے پینل کی مدد حاصل تھی' پھر بھی ایسے اشارات موجود تھے جیسے وہ اسلامی جمہوری اتحاد کی قیادت کو ضرر پہنچانے سے پوری طرح باخبر ہیں۔

(13) آخری نکتہ جناب قادری کو ذہنی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔ ان کے خوابوں کا حوالہ دیا گیا جو سر دن نہیں دیکھے گئے تھے۔

(14) ان تمام وجوہ کی بنا پر میرے جوابات بحوالہ

بقیہ۔ اندرونی صفحات پر

انہوں نے ایک بار جمعہ کی نماز میں 45 منٹ تاخیر کر دی کیونکہ اس روز صدر ضیاء الحق اس مسجد میں نماز پڑھنے آرہے تھے

میاں شریف نے ان کا لندن میں اور ان کی اہلیہ کا بھارت میں علاج کرایا ... ادارے کے لئے 180 کنال کا پلاٹ دیا

دووکیٹ جنرل اور مسٹر قادری کے درمیان جرح کے دوران میں' طاہر القادری نے تفتیش کا ساتھ دینے سے معذوری کا اظہار کر دیا۔ اسی اثناء میں ان کے اعلامیہ مورخہ 14 جولائی 1990ء کے بعد حکومت پنجاب نے عبوری طور پر 30 اپریل 1990ء کے اصل نوٹیفکیشن میں ترمیم کرتے ہوئے مجھے جناب فضل کریم جج کی جگہ تعینات کیا کہ میں "فائرنگ کے سانحہ سے متعلق عدالتی تحقیق کو جاری رکھتے ہوئے پایہ تکمیل تک پہنچاؤں۔"

(3) اس اہم نکتے کا اعادہ ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ مسٹر قادری نے 17 جولائی 1990ء کو ایک درخواست دائر کی' جس میں ٹریبونل کے دوبارہ اجرا پر اعتراضات کئے گئے۔ انہوں نے یہ شکایت بھی کی کہ میرے پیشرو فاضل جج متعلقہ معاملے میں ایک ذہن بنا چکے تھے لیکن انہوں نے انسپکشن نوٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا اور انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ مقدمے کی ... کارروائی شروع کی جائے۔ وہ (ڈاکٹر طاہر القادری) ان اعتراضات پر اس قدر بضد اور مصر تھے کہ انہوں نے ... اس بات کا اظہار کر دیا کہ اگر ان کا مطالبہ نہ مانا گیا تو وہ عدالتی کارروائی کا بائیکاٹ کر دیں۔ اتفاق سے میرے تفصیلی حکم تاریخ 23 جولائی 1990ء میں ان اعتراضات اور مطالبات کو رد کر دیا گیا تھا' جس کے نتیجے میں مسٹر قادری نے کارروائی کا بائیکاٹ کر دیا' مسٹر قادری کے بائیکاٹ کے بالمقابل صوبائی حکومت نے اپنا موقف تبدیل نہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مزید شہادتیں پیش کی جائیں۔ فی الحقیقت انہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ مسٹر قادری کو (عدالت میں) بلا کر جرح کی جائے لیکن حکومت پنجاب کی یہ درخواست 23 جولائی 1990ء کے حکم نامے میں مسترد کی جا چکی ہے۔

تعداد بے تحاشا فائرنگ کے بارے میں تھا۔ یہ سوال ریفرنس کے ابتدائی تین نکات میں بھی بہ تکرار موجود ہے۔ معلوم یہ کرنا تھا کہ فائرنگ کا پس منظر کیا تھا؟ نوعیت کیا تھی؟ فائرنگ کس حد تک کی گئی؟ محرک اور نوعیت کیا تھی؟ اور یہ کہ رد عمل میں مسٹر قادری کے ذاتی محافظوں کی فائرنگ کا انداز کیا تھا؟ گھڑے گھڑائے بیانات داغے گئے کہ دشمن گروہ نے فائرنگ کا ارتکاب کیا ہے۔ سید اکرم شاہ نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ پاکستان کو اسلام اور جوہری طاقت کے حصول سے محروم کرنے کے لئے ایک بین الاقوامی سازش تیار کی گئی اور چونکہ مسٹر قادری نے عالم اسلام میں ایک قابل ذکر اور بین الاقوامی حیثیت حاصل کر لی ہے' اس لئے انہیں اس کا نشانہ بنایا گیا۔

قدرت اللہ (پی ڈبلیو) نے جو مسٹر قادری کی اہلیہ کے بھائی اور مسٹر قادری کے ذاتی محافظ ہیں' انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر قادری کی مسلم لیگ' جماعت ...

• سے مسٹر قادری مکر گئے۔ انہوں نے پہلے تو ایک خاتون کے حکمران ہونے کی مذمت کی لیکن بعد ازاں اپنے بیان کے برعکس کردار ادا کیا۔ میاں نواز شریف اور ان کے خاندان جس نے ان (قادری صاحب) کی ذات اور ان کے ادارے پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا' کے اس احسان کا بدلہ جس انداز سے انہوں نے دیا' وہ بھی قابل مذمت ہے۔

• ملک فیض الحسن' جی ڈبلیو 15' نے جن کے مسٹر قادری کے ساتھ گہرے تعلقات رہے ہیں اور جنہوں نے ادارہ منہاج القرآن کی تشکیل و تعمیر میں بنیادی کردار ادا کیا' اپنے بیان میں مسٹر قادری کو احسان فراموش' ناشکرا' خود غرض' جھوٹا' دولت کا پجاری' خود پرست اور شہرت کا بھوکا انسان قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنے بیان میں تفصیل کے ساتھ کہا کہ کس طرح انہوں نے مسٹر قادری کی ابتدائی دنوں میں مدد کی' انہیں میاں محمد شریف نے متعارف کروایا' جنہوں نے مسٹر قادری کے بیرون ملک علاج و معالجے پر بھاری رقم خرچ کی' بھارت میں ان کی اہلیہ کا علاج کروایا' انہیں سیمنٹ کی ایجنسی نہ صرف لیکر

• کروایا' ان (میاں شریف) کی گاڑیاں استعمال کرتے رہے اور ان سے قرضہ بھی حاصل کیا۔ مفادات کے حصول کے لئے یوں لگتا ہے جیسے مسٹر قادری نے جھکنا مناسب خیال نہ کیا۔ لیکن مسٹر قادری کا رویہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں ان احسانات کی قطعی کوئی پروا نہیں۔ ان کے رویے اور بیان میں شکر گزاری اور احسان شناسی کا قطعی کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ اس کے بجائے ان کے (مسٹر قادری) اور میاں محمد شریف کے درمیان (ان کے بیانات کی روشنی میں یوں لگتا ہے جیسے) سخت دشمنی اور عناد کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ سانحہ کی کارروائی کا یہ "پس منظر" تھا اور کسی بھی شخص سے زیادہ مسٹر قادری اس کی تخلیق کے ذمہ دار ہیں۔

• (7) قطعی سوال یہ تھا کہ آیا مسٹر قادری کی رہائش گاہ پر گولیاں برسانے کا عمل انہیں قتل کرنے کی ایک کوشش تھی؟ شہادت کی روشنی میں' ان کے گھر کے گیٹ پر دو مسلح محافظ موجود تھے جو اتفاق سے فائرنگ

میاں شریف کی مدد سے گھر خریدا' سیمنٹ ایجنسی اور پیسے لئے ... گاڑیاں استعمال کیں مگر احسانات کی پروا نہیں کی

مسٹر قادری کی کھڑکی کے شیشے پر بنائے گئے نشان اور اصل گولی کے نشان میں ہوتا ہے۔ اس نے یہ ثابت کیا کہ قادری صاحب کی کھڑکی کا نشان مصنوعی تھا کیونکہ اس سے شیشہ ریزہ ریزہ نہیں ہوا۔ یہ رائے بری ہو یا بھلی لیکن یہ ماہرانہ رائے تھی جو میرے فاضل پیش رو کے حکم پر حاصل کی گئی تھی اور گولیوں کے نشانات کی جگہ کی نشاندہی اور ان کی گہرائی کسی اور شخص نے نہیں بلکہ خود مسٹر قادری نے کی تھی۔

اگرچہ اس کی شہادت یکطرفہ تھی لیکن اس کے لئے مسٹر قادری کو تحقیقات سے علیحدگی اختیار کرنے پر خود کو الزام دینا چاہئے۔ 22 نشانوں میں سے سات یا آٹھ نشانوں کو آتشیں اسلحہ کے نشانے قرار دیا جا سکتا ہے لیکن یہ بھی کلاشنکوف سے نکلی ہوئی گولیوں کے نشانوں کی باڑھ نہیں تھی' بلکہ یہ ایک ایک کر کے چلائی ہوئی گولیاں تھیں۔ ایک دشمن کبھی یکے بعد دیگرے ایک ایک گولی چلانے پر اکتفا نہ کرتا اور رات کے اس آڑے وقت میں تو اسے 27 یا

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن نے موقع پر سب خول نہیں چھوڑے۔ مزید براں چھت پر سے 22 خولوں کی برآمدگی ناممکن تھی کیونکہ فارنسک ایکسپرٹ نے بتایا کہ یہ گولیاں 30 تا 35 فٹ کے فاصلے سے چلائی ہوئی لگتی تھیں۔ اس چھوٹے سے غسل خانے کی چھت 9X7 فٹ کی ہے۔ اس چھت سے چلائی جانے والی گولیاں حملہ آور کے دائیں طرف 35 فٹ کے فاصلے پر جائیں ...... یعنی یہ ملحقہ مکان کے صحن میں جا کر گرتیں اور ان میں سے کوئی گولی بھی چھت پر نہ لگتی۔ اس لئے انہیں چھت پر سے برآمد کرنا تکنیکی طور پر غلط ہے۔

دوسری مشتبہ بات چھت پر سے خاصی مقدار میں خون کی دستیابی اور پھر اس خون کے نشانات کی لکیر کا ساتھ کے دو تین مکانوں تک چلتے جانا ہے۔ کیمیائی معائنہ کرنے والے نے بتایا کہ یہ خون جما ہوا نہیں تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خون ادویات یا کیمیائی اجزاء سے بنایا گیا تھا تاکہ اسے محفوظ رکھا جا سکے۔ دو یا تین مکانوں تک جانے والے خون کے نشانات اتنے لمبے تھے کہ انہیں کوئی زخمی

انہوں نے دیکھا کہ ایک مہمان محمد افضل گھر میں موجود تھا وہ اس سے بھی تحقیقات میں مدد حاصل کرنا چاہتے تھے تاکہ کچھ متعلقہ معلومات حاصل ہو سکیں لیکن اسے غائب کر دیا گیا اور پھر کبھی تحقیقاتی افسر کے سامنے پیش نہیں کیا گیا' جس کی وجوہ صرف مسٹر قادری کو معلوم ہیں۔ خول فارنسک سائنس لیبارٹری کو بھیجے گئے اور خون آلود مٹی بھی معائنے کے لئے ارسال کی گئی۔ فارنسک مجموعی طور پر یہ ہے کہ قادری صاحب کے گھر پر جو نشانات ہیں وہ مصنوعی طریقے سے بنائے گئے ہیں' خون کے کیمیائی معائنے نے بھی ظاہر کیا کہ موقع پر کسی کو گولی نہیں لگی' کیونکہ اس خون میں قدرتی خون کی طرح جمع ہوئے عناصر نہیں تھے۔

چودھری ریاست علی ایڈووکیٹ (پی ڈبلیو 9) نے یہ دریافت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ ان دنوں مختلف مقامی ہسپتالوں میں کہیں کوئی شدید زخمی داخل ہوا ہے؟ پولیس مقامی ہسپتالوں میں کسی شدید زخمی کے داخلے کا

انتخاب میں ان کی طرف سے کھڑے کئے گئے امیدوار کو صرف تین ووٹ ملے

بقیہ طاہر القادری

حالات درج ذیل ہیں:

(iii)(ii)(i) بیان کردہ فائرنگ حقیقی واقعہ نہیں تھا۔

(iv) مسٹر قادری کا نقصان ان کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

(a)(v) مقامی انتظامیہ نے ہر ممکن طریقے سے صورتحال میں اپنا ضروری کردار ادا کیا۔

(b)(v) ان کے ہمسائیوں میں سے کوئی شخص اس واقعہ میں ملوث نہیں تھا۔

(vi) مقامی پولیس نے مقدمہ کی تفتیش کیلئے مناسب اقدامات کیے تھے۔

(vii) برق رفتاری سے کی گئی تفتیش کے دوران میں کوئی خصوصی ہدایت نہیں دی جا سکتی تھی۔ یہ پولیس اور کرائمز برانچ کی ذمہ داری تھی کہ وہ جلد از جلد مقدمے کو نمٹائے۔ بہرحال مسٹر قادری کے حفاظتی انتظامات کو ایک سے زائد وجوہ کی بنا پر مزید بہتر بنایا جا سکتا تھا۔

(viii) مسٹر قادری نے کارروائی کا بائیکاٹ کر دیا لیکن اپنی پریس کانفرنس میں انہوں نے اس بارے میں تبصرہ بازی میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ بالخصوص گواہان ملک فیض الحسن اور مولانا غلام سرور قادری کو ناقابل اعتماد قرار دیا۔ اصرار کیا گیا کہ ان کے بعض خواب آنحضورؐ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہیں (مثلاً یہ کہ) انہوں نے دعویٰ کیا کہ ایک خواب میں آنحضورؐ نے ان سے فرمایا کہ ان کی عمر 63 برس سے بڑھا کر 66 برس کر دی گئی ہے لیکن پھر ان کے اعتراض پر کہ ان کی عمر آنحضورؐ کی اپنی عمر سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے چنانچہ عمر کم کر کے 63 سال کر دی گئی۔ ان کے اس لایعنی طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ مسٹر قادری ذہنی طور پر ایک بیمار آدمی ہیں اس لئے وہ اپنے دشمنوں سے جو کوئی بھی ہو سکتے ہیں حد درجہ خوفزدہ ہوئے بلکہ "دشمن فوبیا" میں مبتلا ہو گئے لیکن ان دلائل کو آسانی سے زیر بحث لایا جا سکتا تھا۔

یہ واقعہ کہ مسٹر قادری اپنے مخصوص خوابوں کو بیان کرنے کے لئے بے قرار رہتے ہیں یا ان کے غیر صحت مندانہ ذہن کی عکاسی کرتا ہے' ہو سکتا ہے کہ ان کو خواب آتے بھی ہوں لیکن ان کے تعصبات کو بھی بالکل نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جبکہ وہ اپنے خوابوں کو ایک خاص انداز میں بیان کرتے ہیں اور اپنی شخصیت کو ایک خاص رنگ دیتے ہیں۔ اس ذہنی ساخت کی حامل شخصیت سے ہر چیز ممکن ہے۔

نصف رات سے ان پر مسلح آدمیوں نے حملے [illegible] ڈرامے کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آرڈیننس میں پروٹوکول کو [illegible] اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی توہین پر کوئی توہین پر کوئی [illegible] (قانون میں) اس خامی کی بنا پر میرے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جناب قادری نے [illegible] اندر [illegible] ان خامیوں کے ازالے کے لئے آرڈیننس میں مناسب ترامیم کی ضرورت ہے۔

[illegible]

قسط نمبر 18

طاہر القادری فائرنگ کیس کے متعلق لاہور ہائی کورٹ کے جج کا فیصلہ

عدالتی کارروائی کی مکمل تفصیلات

1۔ یہ یک رکنی ٹربیونل حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن بتاریخ 30 اپریل 1990ء کے مطابق پنجاب ٹربیونلز آف انکوائری آرڈیننس 1969ء کی دفعہ 3 کے تحت قائم کیا گیا۔ ٹربیونل نے اس امر کی تحقیقات کرنی تھی کہ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری جو ایک معروف عالم دین اور پاکستان عوامی تحریک کے چیئرمین ہیں، کی رہائش گاہ بمقام بلاک ایم ماڈل ٹاؤن لاہور پر 21 اپریل 1990ء کو صبح ایک بج کر پندرہ منٹ پر جو پر اسرار فائرنگ کا سانحہ پیش آیا، کے پس پشت کون لوگ تھے، فائرنگ کرنے والے نا معلوم افراد کون تھے۔ تفتیش کی حدود کار یہ تھیں

1۔ یہ معلوم کرنا کہ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کی رہائش گاہ پر ہونے والی پر اسرار فائرنگ کا پس منظر اور نوعیت کیا تھیں؟

2۔ یہ معلوم کرنا کہ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کے باڈی گارڈ/باڈی گارڈوں کی طرف سے کی گئی فائرنگ کی نوعیت کیا تھی؟ وہ اس ضمن میں کس حد تک گئے؟

3۔ یہ معلوم کرنا کہ فائرنگ کرنے والے کون تھے ؟اور یہ کہ متذکرہ فائرنگ کا محرک کیا تھا؟

4۔ یہ معلوم کرنا کہ متذکرہ فائرنگ میں علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کی املاک کو کتنا اور کس حد تک نقصان پہنچا۔

5۔ (الف) متذکرہ فائرنگ میں ملوث مجرموں کی گرفتاری اور صورتحال میں مقامی پولیس اور انتظامیہ کا کردار۔

(ب) یہ معلوم کرنا کہ ہمسایوں میں اگر کوئی ہے، متذکرہ سانحہ میں کون ملوث ہے۔

6۔ یہ معلوم کرنا کہ سانحہ کی تفتیش میں مقامی پولیس کا رویہ کیا تھا اور یہ کہ پولیس نے کس درجے کی تفتیش کا کام کیا ہے؟

7۔ یہ معلوم کرنا کہ مقدمے کی سفارشات کے حوالے سے تفتیش کے دوران کس مستعدی سے کام لیا گیا اور یہ کہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی سکیورٹی کور (Security Cover) کیلئے سفارشات میں کہاں تک خیال رکھا گیا؟

8۔ متذکرہ بالا مسئلہ سے متعلق دیگر نکات۔

2۔ ابتداء میں یہ میرے فاضل بھائی جناب جسٹس فضل کریم کو ٹربیونل کی ذمہ داری سونپی گئی انہوں نے بارہ گواہوں کے بیانات قلم بند کیے (ایک ٹی ڈبلیو اور گیارہ پی ڈبلیو) جن میں خود مسٹر قادری شامل تھے، جبکہ آگے چل کر مورخہ 9 جولائی 1990ء کو فاضل ایڈووکیٹ جنرل اور مسٹر قادری کے درمیان جرح کے دوران میں، طاہر القادری نے تفتیش کا ساتھ دینے سے معذوری کا اظہار کر دیا...... اسی اثناء میں، ان کے اعلامیہ بتاریخ 14 جولائی 1990ء کے بعد حکومت پنجاب نے جزوی طور پر تیس اپریل 1990ء کے اصل نوٹیفکیشن میں ترمیم کرتے ہوئے مجھے جناب فضل کریم جج کی جگہ تعینات کیا کہ میں فائرنگ کے سانحہ سے متعلق عدالتی تحقیق کو جاری رکھتے ہوئے پایہ تکمیل تک پہنچاؤں۔

3۔ اس اہم نکتے کا اعادہ ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ مسٹر قادری نے 17 جولائی 1990ء کو ایک درخواست دائر کی جس میں ٹربیونل کے دوبارہ اجراء پر اعتراضات کیے گئے، انہوں نے یہ شکایت بھی کی کہ میرے پیشرو فاضل جج متعلقہ معاملے میں ذہن بنا چکے تھے لیکن انہوں نے انسپکشن نوٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا، اور انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ مقدمے کی از سر نو کارروائی شروع کی جائے...... وہ (ڈاکٹر طاہر القادری) ان اعتراضات پر اس قدر بضد اور مُصر تھے کہ انہوں نے کھلے عام اس بات کا اظہار کر دیا کہ اگر ان کا مطالبہ نہ مانا گیا تو وہ عدالتی کارروائی کا بائیکاٹ کر دیں گے۔ اتفاق سے میرے تفصیلی حکم بتاریخ 6 جولائی 1990ء میں ان اعتراضات اور مطالبات کو رد کر دیا گیا تھا جس کی بنا پر مسٹر قادری نے کارروائی کا بائیکاٹ کر دیا۔ مسٹر قادری کے بائیکاٹ کے بالمقابل صوبائی حکومت نے موقف تبدیل نہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مزید شہادتیں پیش کی جائیں۔ فی الحقیقت انہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ مسٹر قادری کو (عدالت میں) بلا کر جرح کی جائے...... لیکن حکومت پنجاب کی یہ درخواست 23 جولائی 1990ء کے حکم نامے میں مسترد کی جا چکی تھی...... یہ خیال کیا گیا کہ چونکہ وہ (طاہر القادری) خود ساختہ رویئے کے تحت کارروائی سے قطع تعلق کر چکے ہیں اس لیے غالباً وہ عدالت کے سوالات کے جوابات دینے کیلئے رضا مند نہیں ہوں گے اور ٹربیونل کے پاس چونکہ توہین عدالت کے ضمن میں انہیں سزا دینے کا اختیار نہیں ہے اور ٹربیونل کیلئے زیادہ مناسب نہ سمجھا گیا کہ ان کے خلاف پنجاب ٹربیونلز آف انکوائری آرڈیننس 1969ء...... کی دفعہ 5(4) کے تحت شکایت درج کرے، رام کمار بنام شہنشا (اے آئی آر 1937ء اودھ 168) کے مقدمے کی مثال پر بھروسہ کرتے ہوئے فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے مطالبہ کیا کہ چونکہ وہ مسٹر قادری سے رُو در رُو سوالات مکمل نہیں کر سکے، اس لیے موخرالذکر کے تمام بیانات زیر غور مسئلے سے خارج کر دینے چاہئیں۔ یہ ایک سخت درخواست تھی لیکن اسے مسٹر قادری کی ہٹ دھرمی کے موجب قبول کرنا پڑا۔ نتیجتاً ان کے مکمل بیان کو خارج کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر قادری نے کارروائی میں حصہ لینے سے گریز کیا، جبکہ حکومت نے سولہ گواہوں کو پیش کیا (جی ڈبلیوز ایک تا 16) اس کے علاوہ سی ڈبلیوز بالترتیب ایک تا دو بحیثیت عدالتی و عمارتی ماہرین کو بھی جرح کے عمل سے گزارا گیا۔ اس سے قبل پیشتر و فاضل جج کی طرف سے انہیں یہ ہدایت کی گئی کہ وہ متعلقہ مسئلہ کے حوالے سے بلڈنگ کے حدود اربع اور تعمیر کی صحیح صحیح نشاندہی کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کریں اور یہ کہ مختلف مقامات پر لگنے والی گولیوں کے بارے میں بھی باتفصیل اظہار خیال کریں۔ شہادتوں کے آخر میں فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے مقدمے کا مکمل جائزہ پیش کیا۔

4۔ تحقیقات کا اہم سوال مسٹر قادری کے گھر نام نہاد بے تحاشہ فائرنگ کے بارے میں تھا یہ سوال ریفرنس کے ابتدائی تین نکات میں بھی بہ تکرار موجود ہے۔ معلوم یہ کرنا تھا کہ فائرنگ کا پس منظر کیا تھا، نوعیت کیا تھی، فائرنگ کس حد تک کی گئی ؟محرک اور نوعیت کیا تھی، اور یہ کہ ردعمل میں مسٹر قادری کے ذاتی محافظوں کی فائرنگ کا انداز کیا تھا؟ گھڑے گھڑائے بیانات داغے گئے کہ دشمن گروہ نے فائرنگ کا ارتکاب کیا ہے۔ سید اکرم شاہ نے ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ پاکستان کو اسلام اور جوہری طاقت کے حصول سے محروم کرنے کیلئے ایک بین الاقوامی سازش تیار کی گئی اور چونکہ مسٹر قادری نے اسلام میں ایک قابل ذکر اور بین الاقوامی حیثیت حاصل کر لی ہے اس لیے انہیں اس کا نشانہ بنایا گیا۔ قدرت اللہ (پی ڈبلیو) نے جو مسٹر قادری کی اہلیہ کے بھائی اور مسٹر قادری کے ذاتی محافظ ہیں، انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر قادری کی مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور اسلامی جمہوری اتحاد کے ساتھ سیاسی حریفانہ چشمک تھی، اس لیے یہی لوگ ان کے خون کے پیاسے تھے...... مسٹر قادری نے اپنے ذاتی بیان میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ان کے فقہ جعفریہ کے لوگوں کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں اور یہ کہ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف مباہلہ میں شرکت کی آمادگی ظاہر کرنے کے باوجود انہیں ناراض نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی جمہوری اتحاد اور جماعت اسلامی کے فدائیوں کی طرف سے ان پر حملہ کیا گیا۔ چونکہ مسٹر قادری رُو در رُو سوالات کے جوابات دینے سے انکار کرتے ہوئے کارروائی سے بھاگ گئے تھے، اس لیے رام کمار کے مقدمے کی مثال کے پیش نظر ان کے بیانات کو کوئی اہمیت نہ دی گئی۔ دوسرے مکاتب فکر کے لحاظ سے اس طرح کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں کہ مذہبی معاملات میں مسٹر قادری کے خیالات خاصے مختلف ہیں۔ مفتی غلام سرور قادری، جی ڈبلیو 14 نے اپنے بیان میں کہا کہ مسٹر قادری قرآن پاک کی آیات مبارکہ کا ترجمہ غلط کرتے رہیں ہیں، اور یوں انہوں نے خدائے عظیم و برتر پر کذب باندھا۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر قادری احادیث مبارکہ کا ترجمہ بھی غلط کرتے ہیں۔ غلام سرور قادری نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ مسٹر قادری نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے اپنے ادارے (ادارہ منہاج القرآن) میں زیر تعلیم طلباء کی تعداد بارہ ہزار بتائی جبکہ وہاں صرف ڈیڑھ سو طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں انہوں نے ایک بار جمعہ کی نماز میں 45 منٹ تاخیر کر دی کیونکہ اس روز صدر ضیاء الحق اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آ رہے تھے جہاں قادری صاحب خطیب تھے لیکن اگلے جمعے میں اس دانستہ تاخیر سے مسٹر قادری مکر گئے انہوں نے پہلے تو ایک خاتون کے حکمران ہونے کی مذمت کی لیکن بعد ازاں اپنے بیان کے برعکس کردار ادا کیا۔ (جاری ہے)
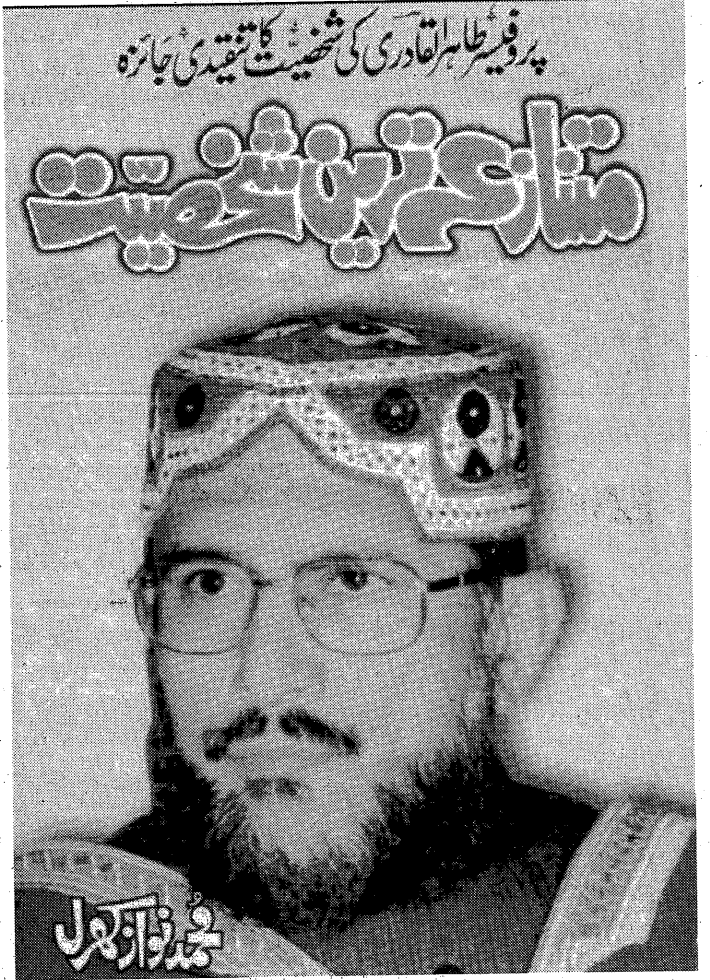
طاہر القادری فائرنگ کیس کے متعلق لاہور ہائی کورٹ کے جج کا فیصلہ

عدالتی کارروائی کی مکمل تفصیلات

قسط نمبر 19

5: میاں نواز شریف اور ان کے خاندان جس نے ان (قادری صاحب) کی ذات اور ان کے ادارے پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا، کے اس احسان کا بدلہ جس انداز سے انہوں نے دیا وہ بھی قابل مذمت ہے۔ ملک فیض الحسن، جی ڈبلیو 15، نے جن کے مسٹر قادری کے ساتھ گہرے تعلقات رہے ہیں اور جنہوں نے ادارہ منہاج القرآن کی تشکیل و تعمیر میں بنیادی کردار ادا کیا، اپنے بیان میں مسٹر قادری کو احسان فراموش، ناشکرا، خود غرض، جھوٹا، دولت کا پجاری، خود پرست اور شہرت کا بھوکا انسان قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنے بیان میں تفصیل کے ساتھ کہا کہ کس طرح انہوں نے مسٹر قادری کی ابتدائی دنوں میں مدد کی، انہیں میاں محمد شریف سے متعارف کروایا جنہوں نے مسٹر قادری کے بیرون ملک علاج و معالجے پر بھاری رقم خرچ کی' بھارت میں ان کی اہلیہ کا علاج کروایا' انہیں سیمنٹ کی ایجنسی نہ صرف لے کر دی بلکہ اس کے لیے نقد روپیہ بھی فراہم کیا۔ یہ نوازشات ان کے ادارے کو دی جانے والی ایک سو اسی (180) کنال اراضی کے علاوہ ہیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ مسٹر قادری سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے بڑے بے قرار تھے۔ سیاست میں آنے کا انہیں انتہائی شوق تھا اور یہ کہ مذہب سے ان کی محبت محض ایک ڈھونگ ہے۔ انہوں نے اس بات کی شدید مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر قادری پر سیاسی بنیادوں پر حملہ کیا گیا ہے کہ ان کی جماعت کی عملی اعتبار سے کوئی شناخت ہی نہیں ہے اور نہ ہی آج تک کسی ممبر پارلیمنٹ نے ان کی جماعت میں شرکت کی ہے۔ اختر رسول شروع میں اس جماعت میں شریک ہوئے لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد اس سے نکل گئے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ انہی بنیادوں پر انہوں نے کسی بھی ضمنی انتخاب میں نہ حصہ لیا اور سینٹ میں ان کی طرف سے کھڑے کیے گئے ایک امیدوار کو صرف تین ووٹ ملے۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ ان کی رہائش گاہ پر ہونے والی فائرنگ ان کے ذہن کی اختراع ہے تاکہ اس طرح شہرت حاصل کی جاسکے' بالخصوص پیپلز پارٹی کے ذرائع کے ذریعے!

6، بدقسمتی سے یہ تمام شہادتیں مسٹر قادری کے بائیکاٹ کی وجہ سے بے چیلنج رہ گئیں۔ یہ ان کا نجی فیصلہ تھا...... ان کی طرف سے پیش کئے گئے عذر نے کم از کم مجھے مطمئن نہیں کیا' انہوں نے جلد بازی سے فیصلہ کیا۔ متعلقہ معاملے میں اگرچہ ان کے بیانات کو خارج کر دیا گیا لیکن شہادتوں نے ان کے کردار کو خاصا نقصان پہنچایا۔ ان کی طرف سے پیش کیے گئے عذر کے باوجود جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے کس انداز سے پیسہ اکٹھا کیا' ان جیسے عالم دین سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ ان کی شاندار تعلیم' پیشہ ورانہ تفوق اور ابھرتے آئے عالم کی حیثیت تو ایک طرف' لیکن ان کے کردار کا یہ پہلو کمزور رہا جوان جیسی مذہبی شخصیت سے کسی طرح بھی مطابقت نہیں رکھتا' کہ وہ اپنے ذاتی مالی معاملات میں ملک فیض الحسن پر انحصار کرتے تھے' مکان کا کرایہ تک ان کی طرف سے ادا ہوتا تھا' میاں محمد شریف ایسے سرمایہ دار کی مدد سے انہوں نے گھر خریدا' اپنے بیٹوں کے لیے سیمنٹ کی ایجنسی حاصل کی' اسے چلانے کے لیے ان کی مدد سے سیمنٹ خریدا' اپنے علاج کے لئے بیرون ملک گئے اور اہلیہ کا علاج بھارت سے کروایا' ان (میاں محمد شریف) کی گاڑیاں استعمال کرتے رہے' اور ان سے قرضہ بھی حاصل کیا۔ مفادات کے حصول کے لیے یوں لگتا ہے جیسے مسٹر قادری نے جھکنا نامناسب خیال نہ کیا لیکن مسٹر قادری کا رویہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں احسان شناسی کی قطعی کوئی پرواہ نہیں۔ ان کے رویئے اور بیان میں شکر گزاری اور احسان شناسی کا قطعی کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ اس کے بجائے ان کے (مسٹر قادری) اور میاں شریف کے درمیان' (ان کے بیانات کی روشنی میں یوں لگتا ہے جیسے) سخت دشمنی اور عناد کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ سانحہ کی کارروائی کا یہ ''پس منظر'' تھا۔ اور کسی بھی شخص سے زیادہ مسٹر قادری اس کی تخلیق کے ذمہ دار ہیں۔

7، قطعی سوال یہ تھا کہ آیا مسٹر قادری کی رہائش گاہ پر گولیاں برسانے کا عمل انہیں قتل کرنے کی ایک کوشش تھی؟ شہادت کی روشنی میں' ان کے گھر کے گیٹ پر دو مسلح محافظ موجود تھے۔ جو اتفاق سے فائرنگ کرنے والوں کو نہ دیکھ سکے۔ یہ دعویٰ کیا گیا کہ حملہ اچانک گھر کے عقب سے کیا گیا اور یہ حملہ آور متصلہ گھر کے غسل خانے کی چھت پر کھڑے تھے۔ جائے وقوعہ کا نقشہ مختلف مقامات کے تعین کے لیے خاصا ممد و معاون ہے۔ چھوٹے سے غسل خانے کی چھت سے 22 عدد خول اکٹھے کر کے دکھائے گئے۔ حتیٰ کہ کہا گیا کہ اس جگہ خون کی ایک خاصی مقدار بھی پائی گئی۔ پاؤں کے نشانات کے بارے میں دعویٰ کیا گیا کہ متصلہ گھروں 262 اے اور 262 بی کی طرف جاتے ہیں۔ مسٹر قادری نے بذات خود دس عدد خول پولیس کے حوالے کئے (اگر مسٹر قادری کی رہائش گاہ بالخصوص ان کی خواب گاہ پیش نظر رہے تو یہ یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ متصلہ دونوں گھروں کے غسل خانوں کی چھتوں سے مسٹر قادری کی خواب گاہ کو نشانہ بنایا جاسکے۔ دونوں مقامات کے درمیان خاصا فاصلہ ہے، اور نہ بھی کہ وہ مخصوص حصہ ان (قادری صاحب) کے صحن' باورچی خانے' سے ڈھکا ہوا ہے' لاؤنج اور سب سے بڑھ کر خواب گاہ کی دیوار کے پار وہ سو رہے تھے...... ملک محمد اشرف' سپرنٹنڈنٹ پولیس اور فورنسک سائنس لیبارٹری کے انچارج (سی ڈبلیوٹو) کا بیان خاصا تجسس انگیز ہے۔ انہوں نے متعلقہ معاملے کا گہری نظر سے جائزہ لیا۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ مسٹر قادری نے بذات خود ان جگہوں کی نشاندہی کی جہاں جہاں گولیاں لگیں۔ رہائش گاہ کے اندر انیس کی تعداد تھی جبکہ بقیہ تین بیرونی مقابل دیوار پر ثبت تھے۔ انہوں نے یہ بات بھی بتائی کہ تین نشانات بیرونی دیوار کی باہر کی طرف تھے اور چار نشانات باورچی خانے کی بیرونی دیوار پر تھے جو گولیاں لگنے سے ثبت ہو گئے' بقیہ وہ نشانات جو مسٹر قادری کی خواب گاہ کی دیوار اور دروازے پر موجود ہیں' گولیوں کے نشان نہیں ہیں اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے انہوں نے (ملک محمد اشرف نے) بتایا کہ وہ گولیاں جو متصلہ گھر کے غسل خانے کی چھت سے آرہی تھیں' ترچھی تھیں اور وہ تو اس قابل بھی نہیں تھیں کہ لاؤنج میں داخل ہو سکیں چہ جائیکہ وہ مسٹر قادری کی خواب گاہ کو جالگتیں۔

اس نے لاؤنج کی اندرونی چھت پر ایک نشان دیکھا جو اس کے اندازے کے مطابق ملحقہ مکان کے غسل خانے کی چھت پر سے چلائی جانے والی گولی کا نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ شیشے پر چلائے جانے والی ایک گولی کا نمونہ یہ ظاہر کرنے کے لیے لایا کہ وہ فرق واضح کیا جاسکے جو مسٹر قادری کی کھڑکی کے شیشے پر بنائے گئے نشان اور اصل گولی کے نشان میں ہوتا ہے۔ اس نے یہ ثابت کیا کہ قادری صاحب کی کھڑکی کا نشانہ مصنوعی تھا کیونکہ اس سے شیشہ ریزہ ریزہ نہیں ہوا۔ یہ رائے بری ہو یا بھلی لیکن یہ ماہرانہ رائے تھی جو میرے فاضل پیش رو کے حکم پر حاصل کی گئی تھی اور گولیوں کے نشانات کی جگہ کی نشاندہی اور ان کی گہرائی کسی اور شخص نے نہیں بلکہ خود مسٹر قادری نے کی تھی۔ اگرچہ اس کی شہادت یک طرفہ تھی لیکن اس کے لیے مسٹر قادری کو تحقیقات سے علیحدگی اختیار کرنے پر خود کو الزام دینا چاہیے 22 نشانوں میں سے سات یا آٹھ نشانوں کو آتشیں اسلحہ کے نشانے قرار دیا جاسکتا ہے لیکن یہ بھی کلاشنکوف سے نکلی ہوئی گولیوں کے نشانوں کی باڑھ نہیں تھی۔ بلکہ یہ ایک ایک کر کے چلائی ہوئی گولیاں تھیں۔ ایک دشمن کبھی بھی یکے بعد دیگرے ایک ایک گولی چلانے پر اکتفانہ کرتا اور رات کے اس آڑے وقت میں تو اسے 27 2&28 گولیاں چلانے 8.62 ایم قسم کے جدید ہتھیار کی میگزین خالی کرنے کی جلدی تھی۔ اس تاثر کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ موقع واردات سے بہت کم تعداد میں خول ملے ہیں۔ 22 میں سے 10 خول تو خود مسٹر قادری نے فراہم کیے۔ یہ

22 خول غسل خانے کی چھت سے جمع کیے گئے تھے۔ مسٹر قدری کے گواہ قدرت اللہ (پی ڈبلیو 1) نے بتایا کہ خود اس نے تین میگزین خالی کیے اور ہر میگزین میں 27 گولیاں تھیں۔ گویا اس نے جو گولیاں چلائیں ان کی کل تعداد 81 بنتی ہے۔ اس کے برعکس پولیس نے موقعہ پر صرف 32 خول جمع کیے اور یہ 81 گولیوں کی تعداد سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔

مسٹر قادری کا موقف ایک اور وجہ سے بھی متزلزل ہو جاتا ہے۔ دس خول میں سے جو مسٹر قادری نے پولیس کو پیش کیے ان میں سے چار کو فارینسک ایکسپرٹ نے مسٹر قادری کی کلاشنکوف سے متعلق بتایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن نے موقع پر سب خول نہیں چھوڑے مزید برآں چھت پر سے بائیس خولوں کی برآمدگی ناممکن تھی کیونکہ فارینسک ایکسپرٹ نے بتایا کہ گولیاں تیس سے پینتیس فٹ کے فاصلے سے چلائی لگتی تھیں۔ اس چھوٹے سے غسل خانے کی چھت 9 - 7 فٹ کے فاصلے پر جائیں...... یعنی یہ ملحقہ مکان کے صحن میں جا کر گرتیں اور ان میں سے کوئی بھی گولی چھت پر نہ ملتی۔ اس لیے انہیں چھت پر سے برآمد کرنا تکنیکی طور پر غلط ہے۔ دوسری مشتبہ بات چھت پر سے خاصی تعداد میں خون کی دستیابی اور پھر اس خون کے نشانات کی لکیر کا ساتھ کے دو تین مکانوں تک چلتے جانا۔ کیمیائی معائنہ کرنے والے نے بتایا کہ یہ خون جما ہوا نہیں تھا، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خون ادویات کیمیائی اجزاء سے بنایا گیا تھا تاکہ اسے محفوظ رکھا جاسکے۔ دو یا تین مکانوں تک جانے والے خون کے نشانات اتنے لمبے تھے کہ انہیں کوئی زخمی شخص اپنے پیچھے اتنی دور تک نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر اسے جلدی واپس جانا تھا تو خون کی لکیر مقدار میں چھوٹی ہوتی۔ پھر سوال یہ بھی ہے کہ زخمی شخص دائیں طرف دیوار پر دیوار کیوں پھلانگتا چلا گیا۔ مکان نمبر 262 سے باہر نکلنے کا آسان ترین رستہ اس کا صدر دروازہ تھا۔ لیکن یہ دروازہ استعمال ہی نہیں کیا گیا۔ اس بات کا جواب بھی درکار ہے کہ حملہ آوروں نے فرار ہونے سے پہلے متعدد مکانوں کو عبور کرنا کیوں مناسب سمجھا۔ یہ غیر معمولی بات اس کہانی کو غیر معتبر کر دیتی ہے۔

9۔ اگلا اہم نکتہ یہ ہے کہ کیا مقامی پولیس نے تحقیقات عمل میں لانے میں کوتاہی برتی ہے؟ ایس ایچ او (جی ڈبلیو 1) اور ڈی ایس پی (جی ڈبلیوٹو) کی شہادت ظاہر کرتی ہے کہ تحقیقات کے معیار پر کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ تھانیدار کو تحریری شکایت مسٹر قادر اللہ (پی ڈبلیوٹو) نے دی اور اس نے خواہش کی کہ مسٹر قادری سے بھی اسی بارے میں دریافت کیا جائے لیکن انہوں نے خود (مسٹر قادری) اس قسم کے تعاون سے گریز کیا۔ ڈی ایس پی نے بھی اس کیس کی جزوی تحقیقات کے علاوہ پولیس گشت میں اضافہ کر دیا۔ انہوں نے خول جمع کیے۔ خون آلود مٹی حاصل کی، موقع کا نقشہ تیار کیا، الیکٹرک ٹیسٹر حاصل کی اور اس چالان کی تکمیل کیلئے دیگر کارروائی کی لیکن وہ مسلسل شکایت کرتے رہے کہ مسٹر قادری نے ان سے تعاون نہیں کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک مہمان محمد افضل گھر میں موجود تھا وہ اس سے بھی تحقیقات میں مدد حاصل کرنا چاہتے تھے تاکہ کچھ متعلقہ معلومات حاصل ہوسکیں لیکن اسے غائب کر دیا گیا اور پھر بھی تحقیقات افسر کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ جس کی وجوہ صرف مسٹر قادری کو معلوم ہیں۔ خول فارینسک سائنس لیبارٹری کو بھیجے گئے اور خون آلود مٹی بھی معائنے کیلئے ارسال کی گئی۔ فارینسک ایکسپرٹ کی رائے قادری صاحب کے کیس میں معاونت نہیں کرتی۔ ان کی رائے مجموعی طور پر یہ ہے کہ قادری صاحب کے گھر پر جو نشانات ہیں وہ مصنوعی طریقے سے بنائے گئے ہیں، خون کے کیمیائی معائنے نے بھی ظاہر کیا کہ موقعہ پر کسی کو گولی نہیں لگی کیونکہ اس خون میں قدرتی خون کی طرح جمے ہوئے عناصر نہیں تھے۔ (جاری ہے)

قسط نمبر 20

چوہدری ریاست علی ایڈووکیٹ (پی ڈبلیو 9) نے یہ دریافت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ ان دنوں مختلف مقامی ہسپتالوں میں کہیں کوئی شدید زخمی داخل ہوا ہے؟ پولیس مقامی ہسپتالوں میں کسی شدید زخمی کے داخلے کا سراغ نہ لگا سکی۔ نتیجتاً واقعات کو گھڑنے کی بات درست تھی اور مسٹر قادری کے خلاف رائے کو تقویت ملتی تھی۔

10۔ ہم نے قرب و جوار میں رہنے والے لوگوں سے بھی تحقیقات کی، اس سلسلے میں ملحقہ مکان نمبر پی 261 ماڈل ٹاؤن ایکسٹینشن لاہور کا معائنہ کیا گیا۔ اس شخص کے مکان کے غسل خانے کی چھت سے مسٹر قادری کے مکان پر مبینہ طور پر گولیاں چلی تھیں۔ تاہم اس نے کہا کہ میں نے اپنے غسل خانے کی چھت سے کسی کو گولیاں چلاتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر گولیاں سوا ایک بجے سے سوا دو بجے تک چلتی رہی تھیں تو اس آبادی کے باشندگان اور بالخصوص ملحقہ مکان کے مالک (جی ڈبلیو 5) تو حملہ آوروں کو ضرور دیکھتے۔ یہ امر بھی اس واقعے کی صداقت کو مشتبہ بناتا ہے۔

11۔ مقامی پولیس کی تحقیقات سے غیر مطمئن ہو کر مسٹر قادری نے ایف آئی اے کے پاس ایک اور شکایت درج کرائی۔ مشتاق احمد بنام ایس ایچ او پولیس اسٹیشن مناواں لاہور (پی ایل جے 1984ء کرمنل سی 372۔ ڈی بی) ایک واقعے کے بارے میں دوسری یا اس کے جوابی درخواست دائر نہیں ہو سکتی۔ مزید برآں سیکشن 3 کو اگر ایف آئی اے ایکٹ 1974ء کے شیڈول کے ساتھ پڑھیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ 307 پی پی سی کے کیس میں ایف آئی اے دخل انداز نہیں ہو سکتا۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل کا یہ موقف درست معلوم ہوتا ہے۔ اس کے پاس کیس درج کرانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ صوبائی حکومت سے بالادستی حاصل کریں۔ یہ اقدام معمول کی شکایت کے برعکس سیاسی نوعیت رکھتا ہے۔ تحقیق اگرچہ گواہ (جی ڈبلیو 16) کے مطابق کرائم برانچ ہی کر رہی تھی۔ لیکن متذکرہ تصور بے داغ نہیں ہے۔ پولیس تحقیقات میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ خیال تقویت حاصل کر رہا تھا کہ مسٹر قادری عدم تعاون کر رہے تھے۔

12۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے متعدد دوسرے نکات بھی پیش کیے جن کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ وقوعہ حقیقی نہیں تھا۔ شہادت یہ بھی پیش کی گئی کہ مسٹر قادری اور ان کے رفقاء نے ایک ہتھیار دار جلوس نکالا تھا اور دفعہ 144 کی خلاف ورزی کی تھی۔ چنانچہ ان کے اسلحہ کے لائسنس منسوخ کرنے کا معاملہ چل رہا تھا۔ ایڈووکیٹ جنرل کی رائے میں اسلحہ لائسنسوں کو بچانے کے لئے بھی متذکرہ واقعے کا ڈھونگ رچایا جا سکتا تھا اور یک طرفہ کارروائی اس موقف کو بڑی حد تک ثابت کرتی ہے۔ اس وقوعہ کو عمل میں لانے کی دوسری وجہ شہرت اور تشہیر حاصل کرنا بھی ہے جس کے مسٹر قادری شدید خواہش مند ہیں کہ اپنے آپ کو مریض قرار دینے سے بھی گریزاں ہیں۔ اس بات پر اصرار کیا گیا کہ جب میاں محمد شریف نے انہیں دولت کے بے پناہ وسائل فراہم کر دیئے تو مسٹر قادری جو اس میدان میں نہتے تھے، قناعت نہ کر سکے، انہوں نے میاں محمد شریف ہی کے خلاف محاذ کھڑا کر دیا، حالانکہ وہ ان کے محسن تھے۔ ان (مسٹر قادری) کا معیار زندگی اچانک بلند ہو گیا ہے اور یہ ان کے ذرائع آمدن سے غیر متناسب ہے۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل کا خیال ہے کہ انہوں نے (مسٹر قادری) آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی کے اختلافات کو ایکسپلائٹ کیا اور پی پی پی سے اس کی بہت بڑی قیمت وصول کی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مرکزی حکومت نے آسانی سے ان کی ایف آئی آر درج کر لی، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ مسٹر قادری کی درخواست (ایف آئی اے) کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ اس کے علاوہ اس انکوائری میں وکلاء کے اس گروہ کی طرف بھی توجہ دلائی گئی جو مسٹر قادری کی مدد کر رہا تھا۔ راجہ محمد انور ایڈووکیٹ وغیرہ جیسے کئی افراد وکیل تھے، جن کی وابستگیاں پیپلز پارٹی کے ساتھ ڈھکی چھپی نہیں۔ پھر یہ دلیل لائی گئی کہ پیپلز پارٹی کو اپنی سرگرمیوں میں مذہبی رنگ بھرنے کے لئے کسی مذہبی آدمی کی ضرورت تھی، جو ان کو جناب قادری کی شکل میں بڑی آسانی سے مل گیا جو مواقع کے حصول کے لئے اپنی تیزی کے باوجود اسلامی جمہوری اتحاد اور اس کی لیڈر شپ کو ضرر پہنچانے کیلئے پیپلز پارٹی کے بہترین مددگار بن سکتے تھے۔ مندرجہ بالا نکات میں ہر ایک اپنی جگہ کچھ وزن رکھتا ہے، اور مقدمہ کے خاص حالات میں انہیں بالکل ہی بے غفلت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان میں سے ہر ایک نکتہ کو جناب قادری کے خلاف نتیجہ خیز بنانے کے لئے مناسب مواد موجود تھا۔ ایک گواہ نے انکشاف کیا کہ جناب قادری کے پاکستان پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت کے ساتھ بے تکلفانہ تعلقات تھے کہ یہ مقدمہ ایک ایسی ایجنسی کے ہاں بھی رجسٹر ہو جو کہ اختیار سماعت کی مجاز نہ تھی۔ اگرچہ انہیں وکلاء کے پینل کی مدد حاصل تھی، پھر بھی ایسے اشارات موجود تھے جیسے وہ اسلامی جمہوری اتحاد کی قیادت کو ضرر پہنچانے سے پوری طرح باخبر ہیں۔

13۔ آخری نکتہ جناب قادری کی ذہنی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔ ان کے خوابوں کا حوالہ دیا گیا جو سر دن نہیں دیکھے گئے تھے۔

14۔ ان تمام وجوہ کی بنا پر میرے جوابات بحوالہ حالات درج ذیل ہیں:

(i)(ii)(iii) بیان کردہ فائرنگ، حقیقی واقعہ نہیں تھا۔

(iv) مسٹر قادری کا نقصان ان کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

(v)a مقامی انتظامیہ نے ہر ممکن طریقے سے صورتحال میں اپنا ضروری کردار ادا کیا۔

(v)b ان کے ہمسایوں میں سے کوئی شخص اس واقعہ میں ملوث نہیں تھا۔

(vi) مقامی پولیس نے مقدمہ کی تفتیش کے لئے مناسب اقدامات کئے تھے۔

(vi i) برق رفتاری سے کی گئی تفتیش کے دوران میں کوئی خصوصی ہدایت نہیں دی جا سکتی تھی۔ یہ پولیس اور کرائمز برانچ کی ذمہ داری تھی کہ وہ جلد از جلد مقدمے کو نمٹائے۔ بہرحال مسٹر قادری کے حفاظتی انتظامات کو ایک سے زائد وجوہ کی بنا پر مزید بہتر بنایا جا سکتا تھا۔

(viii) مسٹر قادری نے کارروائی کا بائیکاٹ کر دیا لیکن اپنی پریس کانفرنس میں انہوں نے اس بارے میں تبصرہ بازی میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ بالخصوص گواہان ملک فیض الحسن اور مولانا غلام سرور قادری کو ناقابل اعتماد قرار دیا۔ اصرار کیا گیا کہ ان کے بعض خواب آنحضور ﷺ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہیں (مثلاً یہ کہ) انہوں نے دعویٰ کیا کہ ایک خواب میں آنحضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ان کی عمر 33 برس سے بڑھا کر 66 برس کر دی گئی ہے لیکن پھر ان کے اعتراض پر کہ ان کی عمر آنحضور ﷺ کی اپنی عمر سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے چنانچہ عمر کم کر کے 63 کر دی گئی۔ ان کے اس لایعنی طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ مسٹر قادری ذہنی طور پر ایک بیمار آدمی ہیں، اس لئے وہ اپنے دشمنوں سے، جو کوئی بھی ہو سکتے ہیں، حد درجہ خوفزدہ ہوئے بلکہ ''دشمن فوبیا'' میں مبتلا ہو گئے۔ لیکن ان دلائل کو آسانی سے زیر بحث لایا جا سکتا تھا۔

یہ واقعہ کہ مسٹر قادری اپنے مخصوص خوابوں کو بیان کرنے کے لئے بے قرار رہتے ہیں یا ان کے غیر صحت مندانہ ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کو خواب آتے بھی ہوں۔ لیکن ان کے تعصبات کو بھی بالکل نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جبکہ وہ اپنے خوابوں کو ایک خاص انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اور اپنی شخصیت کو ایک خاص رنگ دیتے ہیں۔ اس ذہنی ساخت کی حامل شخصیت سے ہر چیز ممکن ہے۔ نصف رات کے سمے ان پر مسلح آدمیوں کے حملے کے ڈرامے کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آرڈیننس میں ٹربیونل کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی توہین پر کوئی سزا دے سکے (قانون میں) اس خلاء کی بنا پر میرے فاضل پیش رو جسٹس فضل کریم نے انکوائری کو مزید آگے بڑھانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ مزید یہ کہ انکوائری کے دوران جناب قادری نے عدالت کے اندر اور باہر سخت تنقید کی۔ ان خامیوں کے ازالہ کے لئے آرڈیننس میں مناسب ترامیم کی ضرورت ہے۔

دستخط اختر حسین جج یک رکنی ٹربیونل مورخہ 90-8-8 (ہفت روزہ زندگی لاہور 21 تا 27 ستمبر 1990ء)

مولانا طاہر القادری پر حملہ

محمد اسلم اعوان

اخبارات میں حضرت مولانا طاہر القادری پر قاتلانہ حملہ کی خبر پڑھ کر افسوس بھی ہوا اور ساتھ ہی یادش بخیر آنجہانی بھٹو پر ہونے والے ''قاتلانہ حملوں'' کی یاد تازہ ہو گئی! جب 1969ء کے اواخر میں صادق آباد میں عوامی لیڈر پر ''قاتلانہ'' حملہ ہوا تھا..... لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اس نوع کے ہونے والے دیگر ''قاتلانہ حملوں'' میں مذکورہ عوامی لیڈر کو کہیں خراش تک نہ آئی، البتہ یہ فائدہ ضرور ہوا کہ موصوف کی پورے مغربی پاکستان میں ایک وسیع، پبلسٹی ضرور ہو گئی تھی، جس میں اپنی ہی پیپلز پارٹی کے مصنوعی ہمدردانہ بیانات نے اس پروپیگنڈے کے رنگ کو اور بھی چوکھا کر دیا..... حتیٰ کہ موصوف اسی طرح کے ''قاتلانہ حملوں''، ''اعلان تاشقند'' کے ڈراموں اور دیگر ہتھکنڈوں سے مغربی پاکستان کے دو صوبوں یعنی پنجاب اور سندھ میں جزوی کامیابی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے..... جسے بعد میں یہود و ہنود، کمیونسٹ روس اور صیہونی لابی کی سازشوں سے ''ادھر ہم ادھر تم'' تک آتے آتے آخر کار مشرقی پاکستان کو موت کے گھاٹ اتار کر مغربی پاکستان کا اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے تھے۔

بقول حضرت داغ

افشائے عشق میں بہت رسوائیاں ہوئیں
لیکن وہ مہ لقا ہمیں جان تو گیا

چشم بددور حضرت القادری کی نئی نویلی پارٹی کے نام نامی کا ایک جزو بھی ''عوامی'' ہے..... گمان اغلب ہے کہ حضرت العلامہ الفہامہ ایک سال ہی کے عرصے میں لیلائے اقتدار و شہرت کے حصول میں ناکامی دیکھ کر ''عوامی لیڈر بھٹو'' کے نقش قدم پر چل کر اپنی سیاسی کامیابیوں کا راستہ تلاش کرنے پر اتر آئے ہیں!

ویسے ہمیں بھی حضرت العلامہ القادری صاحب سے پوری ہمدردی اور پاکستان کے ارباب صحافت و سیاست سے سخت تنبیہی شکایت ہے کہ حضرت قادری صاحب کو قومی سیاست میں آئے ہوئے ایک سال کا عرصہ ہو چکا ہے اور ہمارے ارباب ابلاغ ہیں کہ ان کا کوئی نوٹس ہی نہیں لے رہے...... اب اگر حضرت پر ''قاتلانہ حملے'' نہ ہوں تو اور کیا ہو؟ محلے کی اس روایتی سڑیل بڑھیا کی طرح جسے روزانہ تنگ کرنے والے لڑکے ایک دن اپنی روش سے چوک گئے تھے، تو وہ چلا اٹھی تھی۔ ''اے اللہ آج محلے کے لڑکے کہاں مر گئے؟ آج کوئی بھی چھیڑنے کے لئے نہیں آیا......؟

قاتلانہ حملہ کرنے والوں کا فائرنگ کے بعد فرار ہو جانا، تفصیلات پڑھ کر ہم ''حضرت القادری'' کی روحانی فتوحات کے بارے میں بھی اندیشہ ہائے دور دراز کی تنگناؤں میں گھر کر رہ گئے ہیں...... کہ حضرت کی روحانی قوتوں کے تو خود انہی کی زبانی بہت ''چرچے'' تھے...... کیوں نہ وہ نام نہاد بدنہاد ''حملہ آور'' وہیں ''آستانہ قادریہ'' کی دہلیز پر منجمد ہو کر رہ گئے.....؟ اصل میں ان ''حملہ آوروں'' نے حضرت کی روحانی قوتوں کا پول بھی کھول دیا ہے...... اور وطن عزیز پاکستان کے اکثر خوش اعتقاد لوگ ''حملہ آوروں'' کے فرار کی خبر پڑھ کر سلسلہ عالیہ ''طاہریہ قادریہ'' سے اپنی عقیدتوں میں ضعف و اضمحلال محسوس کرنے لگے ہیں۔ (جاری ہے)
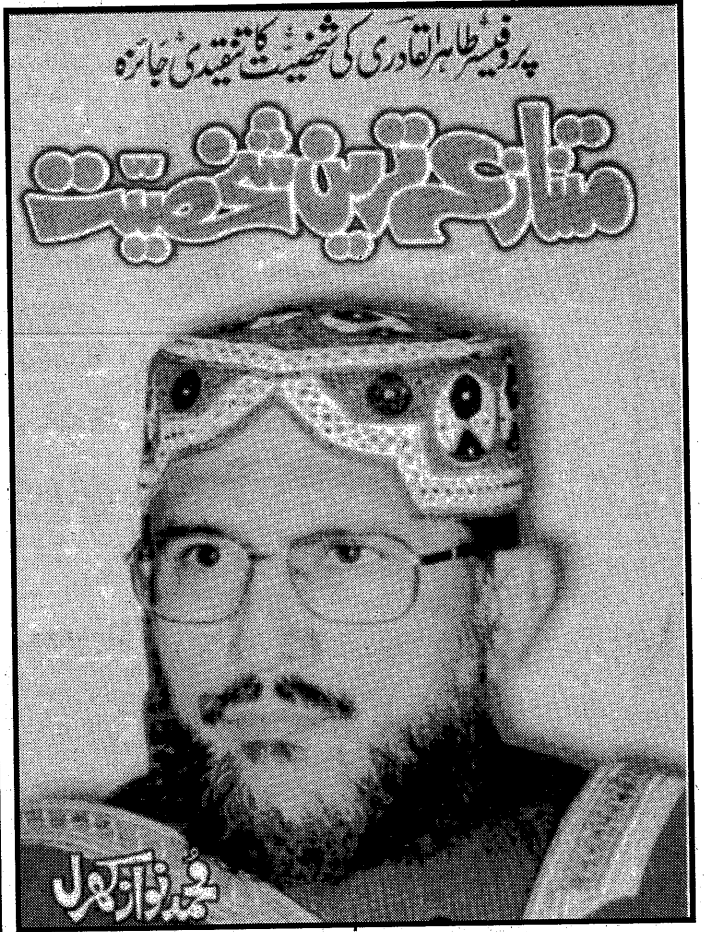
قسط نمبر:21

حضرت نے گذشتہ سال یوم اقبالؒ کے موقع پر اپنے محسن شہید ضیاء الحق کو جی بھر کر کوسا...... لیکن اخبارات نے کوئی نوٹس نہیں لیا کہ "حضرت" کے اس جمہوری ویا کھیان کو اپنے اخبارات وشذرات کی شہ سرخیوں کا عنوان بنا کر ان کی "جمہوریت نوازی" پر خراجِ تحسین پیش کرتے ...... پھر آنجناب نے "عوامی تحریک" کو کوریج نہ دینے پر اخبارات کے دفاتر کو جلادینے کی دھمکیاں دیں...... لیکن اخبارات اس پر بھی ٹس سے مس نہ ہوئے......! آخر آج "قاتلانہ حملہ" ہو ہی گیا......

علامہ صاحب نے اپنی عوامی تحریک کو ایک سابقہ "عوامی لیڈر" کے نقش قدم پر ڈال ہی دیا ہے...... تو دیکھیں کیا ظہور میں آتا ہے۔ بقول شاعر

آگے آگے جھومتا جاتا ہے وہ محشر خرام
پیچھے پیچھے نقش پا کو چومتا جاتا ہوں میں

لیکن از راہ خیر خواہی ہم حضرت قادری صاحب سے یہ کہنے ہی والے تھے کہ خدارا اس "عوامی لیڈر" کے نقش قدم پر کہیں پورا پورا نہ چل پڑنا بلکہ اس کے راستوں سے دو چار قدم ادھر ادھر ہی کہیں محشر خرامی کرتے ہوئے رک جانا کہ اس "عوامی لیڈر" کا ایک سچ مچ کے قاتلانہ حملہ میں ملوث ہو کر انجام...... الخ حکایت صوفیہ میں متعدد مقامات پر آیا ہے کہ بندہ جیسا گمان اپنے رب سے کرتا ہے ویسی ہی صورت حال اس پر وارد ہو جاتی ہے...... اور اگر اپنی زبان سے شکر واستحسان کے قول کے بجائے ناشکری کی اور خلاف حقیقت باتیں نکالتا ہے، تو بارگاہ ایزدی سے اس کی ناشکری اور احسان ناشناسی کی پاداش میں اس پر نکبت وذلت وارد کر دی جاتی ہے جیسا کہ حضرت بابا فرید الدین مسعود اجودھنیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ قطار در قطار سینکڑوں اونٹوں پر لدے ہوئے مال تجارت (شکر) کے قافلے کے مالک سے از راہ محبت پوچھا کہ بھلے میاں ان اونٹوں پر کیا لدا ہوا ہے؟ وہ تاجر کثرت مال کی بنا پر استکبار میں مبتلا اور مردم بیزاری کے سبب کسی بھلی سے بھلی بات کا جواب سیدھے منہ دینے کا روادار نہ تھا۔ اس نے انتہائی بے رخی سے جواب دیا کہ ان اونٹوں پر لدی ہوئی بوریوں میں نمک بھرا ہے؟" اچھا بھلے میاں! نمک ہی ہوگا؟" اب اس حکایت کے بقیہ حصے سے حضرت قادری صاحب بخوبی آگاہ ہیں کہ کس طرح وہ قافلہ منزل پر پہنچا اور جب سامان تجارت اتروانے کے بعد بوریاں کھولی گئیں تو ان میں بجائے شکر کے نمک ہی نمک تھا...... اور پھر کن حالات میں اس ناشکرے تاجر نے توبہ کی نیت کرتے ہوئے وہ بورے دوبارہ اونٹوں پر لدوا کر واپس اجودھن میں حضرت فرید الدین مسعودؒ کی خدمت میں رجوع کیا اور حضرت مسعود کی دعا سے دوبارہ وہی نمک شکر بنا......!

حضرت قادری صاحب کو اخبارات میں اس "قاتلانہ حملہ" کے بارے میں اپنے بیانات سے رجوع کر لینا چاہیے...... کہ فطرت کی تعزیریں بڑی سخت ہیں۔ یہاں سیکولر "قاتلانہ حملوں" کے ڈھونگ رچاتے' اصلی قاتلانہ حملوں میں ملوث ہو کر درس عبرت بن گئے...... جب کہ قادری صاحب تو دین کے نام پر سیاست کرنے چلے ہیں انہیں اپنے قول وعمل میں بہت احتیاط کرنی چاہئے!

ہم نیک وبد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

(ہفت روزہ زندگی لاہور 11 تا 17 مئی 1990ء)

منیر القادری

مولانا طاہرالقادری "قاتلانہ حملے" میں تو بچ گئے مگر خود اپنے ہی ہاتھوں مارے گئے

سابق پی آر او مولانا طاہرالقادری

یہ اتفاق مسجد ہے۔ جمعہ کا مبارک دن ہے۔ ساڑھے بارہ بجنے والے ہیں لوگوں کی نگاہیں مسجد کے ساتھ والے گیٹ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ چند ہی لمحوں کے بعد گیٹ کے سامنے گاڑی رکتی ہے ایک خوش شکل' خوش لباس نوجوان گاڑی سے باہر نکلتے ہیں۔ یہ پروفیسر طاہرالقادری صاحب ہیں' وہ مسجد کے گیٹ کی طرف بڑھتے ہیں۔ گیٹ کے پاس والے افراد احتراماً کھڑے ہو جاتے ہیں' ان کھڑے ہونے والے لوگوں میں ایک وجیہہ چہرے والے' سرخ وسفید رنگت کے مالک' سفید ریشمی داڑھی والے سفید کپڑوں میں ملبوس سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی پہنے ہوئے بزرگ بھی آگے بڑھ کر طاہرالقادری صاحب کا استقبال کرتے ہیں۔ میاں شریف صاحب والد محترم میاں نواز شریف میں نے یہ نظارہ 1986ء سے دیکھنا شروع کیا' اس وقت میں پنجاب یونیورسٹی میں سوشیالوجی کا طالب علم تھا۔ میں طاہرالقادری صاحب کو دیکھنا عبادت سمجھتا تھا' دل میں طاہرالقادری صاحب کے بارے میں سوال آنے کو گناہ تصور کرتا۔ جولائی 1989ء کو میں نے ایک دوست کی سفارش سے پاکستان عوامی تحریک کے شعبہ پریس انفارمیشن بیورو میں اسسٹنٹ کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی تھی۔ اس ملازمت کو میں نے اپنی پہلی اور آخری سمجھ کر جوائن کیا۔ یہ ملازمت نومبر 1990ء تک جاری رہی، اس دوران پروفیسر صاحب کا پی آر او بھی رہا۔

طاہرالقادری صاحب پر قاتلانہ حملے تک میری عقیدت ومحبت قدرے برقرار رہی اگر پہلے کبھی کوئی سوال ذہن میں آتا تو اسے شیطانی خیال تصور کر کے جھٹک دیتا مگر بہت جلد یہ سلسلہ ختم ہو گیا' ذہن میں سوالات بڑھتے گئے اور شدت اختیار کرتے گئے۔ طاہرالقادری صاحب سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں مگر اپنے اوپر تنقید برداشت نہیں کر سکتے' اب تو انہوں نے مجلس عاملہ کے ایک اجلاس میں برملا کہہ دیا ہے کہ "جس نے میرے ساتھ چلنا ہے وہ غیر مشروط طور پر چلے' میرا غیر مشروط وفادار رہے اور میری ذات کو میری پشت پیچھے ہرگز زیر بحث نہ لایا جائے۔"

اب قادری صاحب اپنی آمرانہ روش میں بالکل بے نقاب ہو چکے ہیں اور اسلام کے شورائی نظام کے تصور کا یہ کہہ کر مذاق اڑا رہے ہیں۔ کہ بانی قیادت' کسی کے مشورے کی پابند نہیں ہوتی۔

(مجلہ منہاج القرآن شمارہ اپریل 1992ء)

بہر حال وسط دسمبر 1990ء میں' میں نے اس وقت کے ناظم اعلیٰ اور ادارہ کے دو دوسرے معتمد حضرات کے سامنے اپنے جذبات' احساسات اور اعتراضات بیان کیے۔ ان حضرات نے میری تمام گفتگو بڑے اطمینان اور کھلے دل سے سنی۔ کسی موقع پر نہ جھڑکا نہ ڈرایا۔ آخر میں اپنے منصب کا پاس کرتے ہوئے میرے تمام سوالات اور اعتراضات کا اپنے تئیں بھر پور انداز میں جواب دیا اور مجھے مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی مگر یہ تو میں ہی جانتا تھا کہ میں کس حد تک مطمئن ہو رہا ہوں' ان کے اپنے طور پر اطمینان بخش جواب دینے کے باوجود میں ان کے چہرے پڑھ رہا تھا کہ یہ حضرات خود بھی مطمئن نہیں ہیں اور تحریک کو روبہ زوال کرنے والے اسباب اور اصل خرابی کی تہہ تک پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے تلقین کی کہ چونکہ یہ تمہارے دل کی تشکیک ہے اس لئے تم ان باتوں کو آگے بیان نہ کرنا...... 12 دسمبر 1990 کو نظامات کتاب وکیسٹ میں چوری ہو جاتی ہے 12 دسمبر 1990 سے 22 جنوری 1991 تک طاہرالقادری صاحب (بقول ان کے، منزل کے بارے میں ہدایت کے لئے) خلوت نشین (چلہ کشی) رہے۔ اس دوران ادارہ کی منتظمہ نے چوری کے بارے میں پوری چھان بین اور تفتیش کے بعد ایک شخص کو چور قرار دیا مگر میرے خیال میں وہ شخص بھی چور نہیں تھا خیر جب طاہرالقادری صاحب خلوت نشینی سے باہر آئے تو یہ دو بڑے واقعات ان کے سامنے تھے' چوری کے بارے میں تو انہیں خلوت نشینی میں ہی بتا دیا گیا تھا مگر میری صورتحال انہیں اب بتائی گئی۔ اب طاہر القادری صاحب نے اس چوری کی آڑ میں ادارہ میں سے ناپسندیدہ افراد کو نکالنے کا پروگرام بنایا اور ان ناپسندیدہ افراد میں' میں سرفہرست تھا کیونکہ میں دل کی بات زبان پر لا چکا تھا۔ مگر ادارہ کی منتظمہ آڑے آئی۔ منتظمہ کو طاہرالقادری صاحب کی انتظامی روش کا علم تھا، وہ جانتے تھے کہ صرف منیر القادری کو ان کی باتوں کی سزا دینا مقصود ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا احسان کہ کسی کے خلاف بھی چوری کا مقدمہ درج نہ ہوا۔ طاہر القادری صاحب کی بھی مہربانی کہ انہوں نے کسی کو چور ثابت کرنے کے لئے کسی خواب کا سہارا نہیں لیا مگر مجھے 10 مارچ 1991 کو یہ کہہ کر ملازمت سے برخاست کر دیا گیا کہ آپ کی خدمات کی مزید ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ملازمت سے اس وقت استعفیٰ اس لئے نہ دیا تھا کہ اس وقت چوری کا معاملہ چل رہا تھا' میرا استعفیٰ مجھے مشکوک بنا سکتا تھا۔

مجھے اپنے موقف کی صحت کا تعین اس وقت ہوا جب سالہا سال سے طاہرالقادری صاحب کے ساتھ کام کرنے والے ناظم اعلیٰ اور ان کے مزید تین معتمد ساتھی جنہیں ادارہ کے ستون تصور کیا جاتا تھا، میرے جانے کے تقریباً تین ماہ بعد طاہرالقادری صاحب سے اختلافات کی بناء پر مستعفی ہو گئے ان حضرات کے چھوڑنے کے بعد طاہرالقادری صاحب نے نجی مجلس میں ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے کہ چور تھے، پیسہ کھا گئے، منافق تھے، بک گئے، مشن کے خلاف تھے مگر افسوس انہیں ان سب باتوں کا علم ان کے استعفیٰ دینے کے بعد ہوا؟ نجی مجالس کے یہ الزامات ان کی "سرگوشی مہم" کے ذریعے دوسروں کی زبانوں سے آگے بڑھائے جاتے ہیں لیکن کھلی مجالس میں کہتے ہیں کہ تحریکوں میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اپنا سارا کاروبار چھوڑ چھاڑ کر اعلیٰ ملازمتوں سے استعفیٰ دے کر اور اپنے بیوی بچوں سے بے نیاز ہو کر سالہا سال سے کام کرنے والے جب قیادت کو چھوڑنا شروع کر دیں تو ایسی قیادت کو عبرتناک انجام سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

میرا ان باتوں کے لکھنے کا مقصد ہرگز وابستگان تحریک منہاج القرآن کی دل آزاری نہیں مجھے ان لوگوں سے محبت ہے' یہ معصوم اور بے خبر لوگ ہیں، میرا مقصد ان افراد کی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی کھولنا ہے کہ یہ حضرات آنکھیں کھول کر چلیں اور چھوڑ کر جانے والے حضرات کا موقف بھی سنیں تا کہ مصطفوی انقلاب کے داعی طاہرالقادری صاحب کا اصل چہرہ سامنے آسکے۔ کہیں یہ لوگ اپنے کاروبار اور ملازمت وغیرہ کا نقصان نہ کر لیں، اپنا وقت، پیسہ اور صلاحیتیں ضائع نہ کریں۔

طاہرالقادری صاحب چھوڑ کر جانے والے حضرات کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے اتنی محبت کرتے تھے، اتنی عقیدت تھی، میرے جوتے اٹھاتے تھے، مجھے بڑے بڑے القابات سے نوازتے تھے، اب برا کہتے ہیں، سیدھی سی بات ہے جب ظاہر سامنے تھا تو جوتے چومتے تھے مگر جب باطن سامنے آیا تو متنفر ہو گئے۔ میری ابتدائی عقیدت کی طرح اب بھی کئی نوجوان اس طرح کی عقیدت رکھتے ہوں گے۔ عقیدت کیوں نہ ہو؟ جب آنے والے کے سامنے "نابغہ عصر" کتابچہ رکھا جائے جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ (بقول طاہرالقادری صاحب) میرے والد صاحب کو میری پیدائش کی خوشخبری حضور نبی اکرم ﷺ نے دی۔ میرا نام "طاہر" بھی حضور ﷺ نے تجویز کیا اور یہ کہ جب میں نے روضہ رسول ﷺ پر حاضری دی تو مجھے دودھ کا مٹکا دیا گیا "جاؤ طاہر تقسیم کرو" وغیرہ وغیرہ۔ ساتھ ساتھ سرگوشی مہم کے ذریعے ان کی نام نہاد کرامات اور بشارتیں آنے والے تک پہنچتی ہیں۔ تو لامحالہ وہ شخص طاہرالقادری صاحب کے بارے میں یہی تاثر لے گا کہ طاہرالقادری صاحب کو حضور ﷺ کا کتنا قرب نصیب ہے؟ ایسی ہی باتوں کے ذریعے طاہرالقادری صاحب کی نام نہاد روحانیت کے بُت کو خوب تراشا گیا ہے، یہ بعد میں معلوم ہوا کہ "نابغہ عصر" نامی کتابچہ طاہر القادری نے خود لکھا ہے۔ پہلے یہ راجہ رشید محمود صاحب کے نام سے چھپتا تھا جب وہ چھوڑ گئے تو یہ رانا جاوید القادری صاحب کے نام سے چھپنا شروع ہو گیا۔ اب یہ بھی چھوڑ گئے ہیں، معلوم نہیں اب یہ کس کے نام سے چھپے گا؟ طاہرالقادری صاحب نے اپنے خوابوں اور بشارتوں کے بیان پر مشتمل ایک وڈیو کیسٹ تیار کروائی ہے۔ جب خواب اور بشارتیں حقیقت کا روپ نہ دھار سکیں بلکہ معاملہ بالکل الٹ ہو گیا تو فرماتے ہیں کہ خواب کوئی حجت نہیں ہوتے۔ اگر خواب حجت نہیں ہیں تو بیان کرنے کا مقصد؟ گو مجموعی طور پر "بشارتوں والی کیسٹ" کے ذریعے انہیں لینے کے دینے پڑ گئے۔ بشارتوں والی اس کیسٹ کو طاہرالقادری نے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ تو دیکھتا ہے۔ ان کے وہ خواب اور بشارتیں زبان زد عام ہے۔ ایک خواب میں عمر کے بڑھائے جانے کا ذکر ہے۔ دوسری میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاؤں کی جانب گری ہوئی قبر انور کو سیمنٹ سے پختہ بنانے اور ساتھ ہی آپ ﷺ کی طرف سے کامیابی کی سند عطا کرنے کا ذکر ہے، تیسرے خواب میں راہ انقلاب میں آنے والی مشکلات اور بالآخر غیبی ہاتھ سے کامیابی کا ذکر ہے۔ چوتھی میں حضور ﷺ کا پاکستان کے علمائے کرام سے ناراضگی اور طاہرالقادری صاحب کے مہمان بننے کا بیان ہے۔ اسی خواب کو بنیاد بنا کر طاہرالقادری صاحب نے قومی ڈائجسٹ میں کہا تھا کہ "مجھے ادارہ منہاج القرآن بنانے کا حکم حضور نبی اکرم ﷺ نے دیا ہے۔ حالانکہ وڈیو کیسٹ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ خود ان کے بیان کردہ اس خواب میں کوئی مطلق حکم نہیں ہے۔ لوگوں کی عقیدت ومحبت بڑھانے کے لئے اسی خواب کی بنا پر ادارہ منہاج القرآن کو حضور کا مہمان خانہ قرار دیا گیا۔ (جاری ہے)

WWW.PAKISTANPOST.NET
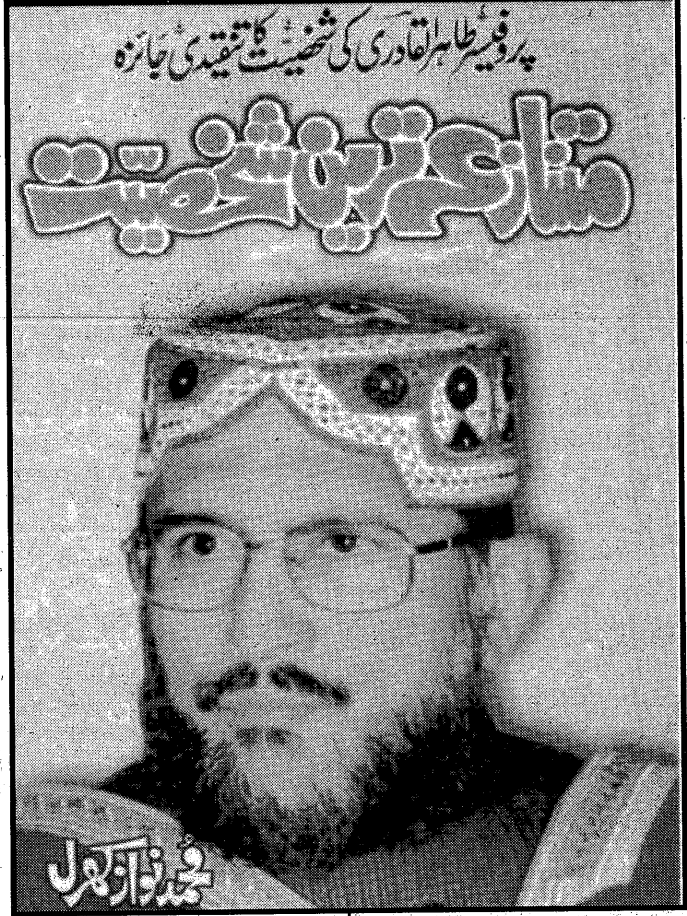
مولانا طاہر القادری ''قاتلانہ حملے'' میں تو بچ گئے مگر خود اپنے ہی ہاتھوں مارے گئے

قسط نمبر:22

طاہر القادری صاحب اپنے اوپر ہونے والے تمام اعتراضات اور ساری تنقید کو تیسرے خواب کے مطابق راہ انقلاب میں آنے والی مشکلات کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے پیروکاروں کو یہ باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مجھے تو یہ سب کچھ پہلے ہی بتا دیا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا اور تم اکیلے رہ جاؤ گے، (سبحان اللہ) پاکستان عوامی تحریک کے نام رکھنے کے موقع پر طاہر القادری کی معیت میں 50 رفقاء کار کا قافلہ عمرہ کے لیے جاتا ہے اور روضہ انور پر حاضری ہوتی ہے۔ طاہر القادری صاحب واپسی پر سفر کی روداد سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''میں نے جماعت کا نام اور پروگرام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ بس اذن مل گیا۔'' اب ذرا غور کریں کہ دوسرے خواب میں کامیابی کی سند کا ذکر اور اس اذن سے کیا مراد ہے' صاف ظاہر ہے کہ طاہر القادری کو یہ کہا جا رہا ہے کہ جماعت کا نام درست ہے اور پروگرام بھی ٹھیک ہے۔ اس پروگرام پر کام شروع کرنے کی اجازت ہے اور کامیابی کی سند تو پہلے ہی عطا کر دی گئی ہے لہٰذا حضور اکرم ﷺ کے اذن سے طاہر القادری صاحب اپنے پروگرام پر عملدرآمد شروع کر دیتے ہیں۔ نتائج' دنیا کے سامنے ہیں، ان کی بیان کردہ بشارتوں اور بعد میں نتائج کو دیکھ کر آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجاتا ہے۔ میرے خدایا! یہ سب کیا ہے؟ کیا حضور ﷺ کا کسی کام کے بارے میں اذن اور اس کام کے ظاہری نتائج میں کوئی تعلق نہیں ہے؟ اگر نتائج کو وقتی مان لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو تحریک اپنے عروج میں کچھ نہیں کر سکی' وہ زوال و انحطاط کے دور میں کیا کرے گی؟ مزید دکھ اور افسوس کہ طاہر القادری اپنی شکست کو غزوہ احد اور حنین میں مسلمانوں کی بالکل لمحاتی شکست کے ساتھ ملاتے ہیں اور اپنے کارکنان کو حوصلہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں' تحریکوں میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔

اگر دوسرے (خاص کر مذہبی جماعتیں) شکست کھاتے ہیں وہ مطلق ناکام قرار پاتے ہیں' اگر کوئی دوسرا جھوٹ بولتا ہے تو وہ جھوٹا کہلاتا ہے۔ اگر خود جھوٹ بولتے ہیں تو یہ حکمت اور مصلحت قرار پاتا ہے۔ اگر آئی جے آئی اور پی پی پی والوں کے پاس پجارو گاڑیاں' کلاشنکوفیں' اعلیٰ کوٹھیاں اور ٹھاٹھ باٹھ ہے تو وہ عیاش اور بدمعاش کہلاتے ہیں اگر یہ سب کچھ اپنے پاس ہے تو یہ تحریکی ضرورت اور دین کے وقار کا تقاضا کہلاتا ہے۔ (سبحان اللہ)

خرد کا نام جنون رکھ دیا جنون کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

لوگوں نے ان کی اعلیٰ کوٹھی' دفاتر اور امیرانہ بود و باش ٹھاٹھ باٹھ پر بارہا سوالات کیے مگر ان کی طرف سے ایک ہی جواب دیا گیا کہ یہ وقت کا تقاضا ہے اور تحریک کی ضرورت ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں مسجدیں کچی ہوا کرتی تھیں' اب دوسرے لوگوں کے گھر پختہ ہونے کی وجہ سے مسجدیں پختہ بنانا وقت کی ضرورت ٹھہرا۔ اسی طرح ہمارا یہ سب کچھ تحریکی ضرورت ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ طاہر القادری کچے مکان میں رہیں۔ کچا دفتر ہو اور گھوڑے پر سواری کریں مگر اتنا کہنا ہے کہ کیا طاہر القادری کے انداز زندگی کو سادگی کا نام دیا جا سکتا ہے جو کہ اسلام کا شعار ہے؟ اگر ہاں تو کس طرح؟ کیا طاہر القادری کی بود و باش انقلابیوں والی ہے اور پھر مسلم انقلابیوں والی؟

اسی طرح طاہر القادری صاحب اپنی سکیورٹی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے دین کا وقار بلند ہوتا ہے۔ یہ حفاظتی تدابیر ہیں اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی گارڈ رکھے۔ اپنے وقار کو دین کے وقار کے ساتھ نتھی کرنے کا فلسفہ بھی بڑا عجیب ہے۔

اس طرح تو ہر ایک دین کا نام لے کر اپنے ساتھ کلاشنکوف بردار دستہ رکھنے کا جواز فراہم کر سکتا ہے۔ اگر وقار ہی رکھنا ہے تو کام ایک دو گارڈ کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے 'کلاشنکوف بردار دستہ رکھنے سے تو یہی نکلتا ہے کہ اپنی زندگی کے بچاؤ کا سارا انحصار انہی پر ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ بھی شد و مد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے جو دن قبر میں آئے گا، وہ قبر میں ہی آئے گا۔ خواب میں حضور ﷺ کی طرف سے اپنی عمر میں بڑھائی جانے والی مدت کی بھی بشارت سناتے ہیں، یہ سب کیا ہے؟ طاہر القادری صاحب اپنے مرکزی سیکرٹریٹ کے اندر جب اپنے دفتر میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو سیکرٹریٹ کے اگلے اور پچھلے دونوں بڑے مین گیٹوں پر گن مینز کے علاوہ اپنے دفتر (کمرہ) کے دروازے اور پچھلی طرف بھی مسلح گارڈ موجود ہوتے ہیں ایک طرح سے دفتر (کمرہ) کو گھیرے میں لیا ہوتا ہے جیسے طاہر القادری صاحب پر بس حملہ ہونے والا ہے؟ طاہر القادری صاحب کو اب کس سے خطرہ ہے؟ (الیکشن 1990ء سے پہلے تو بات بنتی تھی کہ شاید یہ پنجاب کی سطح پر آئی جے آئی کے ووٹ توڑ دیں گے مگر وہ بھی بھانڈا پھوٹ گیا) پہلے حضور ﷺ کے ساتھ گارڈ ہوا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر ہٹا دیئے تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دین کے وقار، حفاظتی تدابیر اور سنت رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے گارڈ کیوں نہیں رکھے؟ کیا ان کے دور میں فتنہ پردازی کم تھی؟ ان کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا نہیں کیا حتیٰ کہ وہ شہید کر دیئے گئے اس کے باوجود حضرت عثمانؓ نے بھی ایسا نہیں کیا، وہ بھی شہید کر دیئے گئے (حسنین کریمینؓ وقتی طور پر دروازے پر محافظ تھے) ان کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کو دارالحکومت بنایا، آپ نے وہاں بھی ایسا نہیں کیا' کیوں؟

اپنے خطبات میں قرآن مجید کی وہ آیات جو مسلمانوں کے لئے ہیں، وہ اپنے اوپر، جو منافقین کے لئے ہیں، وہ آئی جے آئی اور دوسری مذہبی جماعتوں پر اور وہ آیات جو کافروں کے لئے ہیں وہ پی پی پی پر بڑی دیدہ دلیری سے منطبق کرتے ہیں، اپنے عمل کو قرآن کے مطابق ڈھالنے کی بجائے قرآن کو مختلف تاویلوں اور بے محل مثالوں سے اپنے عمل کے مطابق ڈھال لیتے ہیں، ویسے یہ اپنے علم سے ایسے معاملات میں خوب استفادہ کر رہے ہیں۔

ذرا غور کریں تو الیکشن 1990ء میں ان کے امیدواروں اور آئی جے آئی اور پی پی پی کے امیدواروں میں کردار کے لحاظ سے کیا فرق تھا (الا ماشاء اللہ) طاہر القادری صاحب بالکل مروجہ سیاست کر رہے ہیں بلکہ مروجہ سیاست کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں، ان کے پاس وہ بھی نظر نہیں آتے۔ یہ بالکل روایتی قسم کے بیانات داغ دیتے ہیں۔ الیکشن مہم کے دوران اپنے خطابات میں بڑے زور و شور کے ساتھ کہتے تھے کہ دوسرے لیڈران عوام کی خدمت میں مخلص نہیں ہیں، وہ صرف اقتدار حاصل کرنے کے لئے خود الیکشن نہیں لڑتے ہیں مگر میں پاکستان میں کسی نشست پر بھی الیکشن نہیں لڑ رہا۔ یہ مثال تو ان سے پہلے ایم کیو ایم اور جماعت اسلامی نے بھی قائم کی ہوئی ہے۔ نہ الطاف حسین صاحب الیکشن لڑتے ہیں نہ ہی جماعت اسلامی کا کوئی امیر (قاضی حسین احمد امیر بننے سے پہلے سینیٹر تھے) پھر طاہر القادری صاحب کے خود الیکشن نہ لڑنے میں کیا تخصص؟ ایک اور روایتی بلکہ بازاری دعویٰ کہ اگر ''میں (طاہر القادری) نے اپنے دور حکومت میں ایک پائی کا بھی مفاد اٹھایا تو مجھے چوراہے میں کھڑے کر کے گولی سے اڑا دینا۔'' خدانخواستہ اگر ان کا دور حکومت آجاتا تو ان کی پائی کو کون ثابت کرے گا اور کون ان کو چوراہے پر گولی مارے گا؟ اتفاق فیملی سے لاکھوں روپے کے مفادات اٹھائے۔ عدالت میں دس لاکھ روپے مان بھی گئے پھر بھی بضد ہیں کہ یہ کوئی مفاد نہیں ہے۔ سبحان اللہ فی زمانہ اگر کوئی کروڑ پتی مجھے بوقت ضرورت دس لاکھ روپے قرض دے اور میں اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد اپنی مرضی سے وہ رقم واپس کر دوں تو کیا اس کا مجھ پر احسان نہ ہوگا؟ آج تو کوئی دس ہزار ایسے نہیں دیتا۔ خیر لاکھوں روپے لیے، پلاٹ لیے، اپنے سالوں کو نوکریاں دلوائیں، ان کے خرچہ پر امریکہ علاج کے لئے گئے، ان کے خرچہ پر اپنی اہلیہ کو علاج کی غرض سے بھارت لے کر گئے، گھر میں لگے ہوئے ایئر کنڈیشنرز، واشنگ مشین، کارپٹس، قالین وغیرہ اتفاق فیملی نے دیئے، مگر ایک ہی رٹ ہے کہ میں نے اتفاق والوں سے ایک پائی کا بھی مفاد نہیں لیا حالانکہ ان کی حکومت بھی نہیں ہے پھر بھی نہیں مان رہے۔ نہ جانے ان کی ''پائی'' سے مراد کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پائی کچھ یوم قیامت کی طرح ہے۔

الیکشن 1990 میں بھرپور پروپیگنڈا مہم کے زور پر اپنے آپ کو تیسری قوت قرار دینے والوں سے پوچھو کہ تم نے پاکستان بھر سے کل کتنے ووٹ حاصل کیے؟ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ دھاندلی ہوئی ہے۔ دھاندلی کس طرح ہوئی؟ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ دھاندلی ہوئی تو یہی ہوا ہوگا کہ بوگس ووٹ بڑے پیمانے پر ڈالے گئے، خواہ جس طرح بھی ڈالے گئے مگر ڈالے ہوئے ووٹ نکالے تو نہیں گئے؟ پولنگ کے دوران عوامی تحریک کے امیدواروں کی طرف سے پولنگ ایجنٹ ایک ثبوت بھی نہیں دے سکتے کہ جہاں بیلٹ بکس تبدیل کیے ہوں یا ان سے ووٹ نکالے گئے ہوں، میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تیسری قوت کا دعویٰ کرنے والوں نے پورے ملک میں سے قومی اسمبلی کی ایک نشست کے برابر بھی ووٹ نہیں حاصل کیے۔ یہ ان کے عروج کا دور تھا۔

روحانیت کے نام پر سادہ لوح افراد کا روحانی استحصال کرنے والی اس عظیم شخصیت کے کردار کا ایک اور رخ پاکستان عوامی تحریک کے اعلان کے بعد مرکزی سیکرٹریٹ میں ''تحریکی ضرورت'' کے نام پر اپنے پہلے دفتر سے ملحقہ ایک نیا دفتر تعمیر کروایا جس پر لاکھوں روپے لاگت آئی اور اس میں رکھی ہوئی میز کی قیمت ہزاروں روپے ہے۔ آج کل پروفیسر صاحب اس دفتر کی بجائے پہلے والے دفتر میں بیٹھتے ہیں، وجہ معلوم نہیں؟ پہلے بھی یہ نیا دفتر عام آدمی کو دکھانے کی اجازت نہیں تھی؟ چونکہ عام آدمی نہ تو پروفیسر صاحب سے مل سکتا ہے تو نہ دفتر دیکھ سکتا ہے۔ تحریکی ضرورت کے نام پر ٹھاٹھ باٹھ اپنی جگہ مگر لاکھوں روپے کے دفتر (کمرہ) میں ہزاروں کی میز پر بیٹھ کر مٹی کے پیالے میں پانی پینے کے فلسفہ کی سمجھ نہیں آئی؟ دور رہنے والوں کو تو اس فلسفہ کی سمجھ نہیں آئے گی مگر قریب رہنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ باقی سنتوں پر عمل کرنے کے بارے میں بھی ان کے عمومی مزاج کا یہی انداز اور حال ہے۔ طاہر القادری صاحب کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ چارپائی پر نہیں سوتے بلکہ نیچے سوتے ہیں، مجھے ان کا بیڈ روم دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ یہ واقعی نیچے سوتے ہیں، خدا کرے ایسا سونا سب پاکستانیوں کو نصیب ہو جائے۔ صورتحال یہ ہے کہ کمرے میں اے سی لگا ہوا ہے اور بہترین بیش قیمت قالین بچھا ہوا ہے۔ ایک کونے میں بیڈ لگا ہوا ہے جو کہ موٹے گدے پر مشتمل ہے۔ ایک بات جس کا بطور خاص ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ گدے کے نیچے ایک کھجور کا مصلیٰ بھی بچھایا ہوا ہے جو کہ گدے سے بڑا ہے اور باہر نظر آتا ہے۔ کھجور کے مصلے پر سونا چونکہ سنت رسول ﷺ ہے لہٰذا مولانا صاحب نے اس کا بھی اہتمام کیا ہوا ہے۔ یہاں بھی سنت رسول ﷺ پر عمل کا کیا خواب انداز پایا؟۔ (جاری ہے)

مرزائے قادیاں کی دماغی کیفیت

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرزائے قادیاں کی دماغی کیفیت

زیرِ نگرانی

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ

محمد انوار المصطفٰے ۔ محمد نعیم انور

شعبہ تحفظِ ناموس ختمِ نبوت

ادارہ منہاج القرآن

مرکزی سیکرٹریٹ، ۳۶۵۔ ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: ۳-۵۱۶۱۱۱۱ — ۴۲ — ۹۲

نام کتاب ـــــــــ مرزائے قادیان کی دماغی کیفیت

زیر نگرانی ـــــــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ ـــــــــ محمد نواز مصطفائی، محمد نعیم انور

نظر ثانی ـــــــــ محمد یاسین قادری

اشاعت اول ـــــــــ

اشاعت دوم ـــــــــ جنوری ۱۹۹۳ء (۲ ہزار)

اشاعت سوم ـــــــــ دسمبر ۱۹۹۷ء

تعداد ـــــــــ ایک ہزار

صفحات ـــــــــ بیس (۲۰)

مطبع ـــــــــ منہاج القرآن پرنٹرز

قیمت ـــــــــ 7 روپے

نوٹ۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی تمام تصانیف اور خطبات و تقاریر کے ریکارڈ شدہ کیسٹوں سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لئے ادارہ منہاج القرآن کے لئے وقف ہے

ناظم نشر و اشاعت

ISBN 969-32-0037-3